النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

نحوی پہیلیاں

از

محمد حنیف خان رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

نحوی پہیلیاں

تالیف

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدرالمدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

امام احمد رضا اکیڈمی

صالح نگر، رامپور روڈ، بریلی شریف

سلسلہ اشاعت..(۹)

نام کتاب...نحوی پہیلیاں

نام مؤلف..محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

کمپوزڈ سیٹنگ..................................محمد شمس الدین برکاتی، محمد زین العابدین

تعداد..(۱۱۰۰)

سنہ اشاعت.......................................(۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء)

ہدیہ...

ملنے کے پتے

کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

فاروقیہ بک ڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی

رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی

اسلامک پبلشر مٹیا محل جامع مسجد دہلی

اعلیٰ حضرت دارالکتب نومحلّہ مسجد بریلی شریف

قادری کتاب گھر نومحلّہ مسجد بریلی شریف

برکاتی بک ڈپو نومحلّہ مسجد بریلی شریف

حرف آغاز

باسمہ تعالیٰ و تقدس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نحوی پہیلیاں حصہ اول جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی ترتیب ۱۴۰۸ھ میں اب سے انیس (۱۹) سال قبل ہوئی تھی اور اسی وقت اس کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا تھا، اس کے بعد ایک دو مرتبہ مزید طبع ہوئی، لیکن جب رضا دارالاشاعت سے نشر و اشاعت کا سلسلہ بند ہوا تو اس کی طباعت بھی موقوف ہوگئی، اس کے بعد سے اب تک اہل علم اور باذوق حضرات کی طرف سے مطالبہ رہا کہ اس کی طباعت جاری رکھی جائے ، چونکہ اس کتاب کی کتابت اچھی نہیں تھی ، لہذا عصر حاضر کے مطابق دوبارہ اس کو کمپیوٹر پر کمپوز کرایا گیا۔

راقم نے اس سے پہلے بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کا دوسرا حصہ بھی ہدیہ قارئین ہوگا، لیکن کثرت کار کے سبب وہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوسکا ہے، دوسرے حصہ کا آغاز اگرچہ اسی وقت ہوگیا تھا لیکن دوسرے کام درمیان میں آتے گئے اور یہ کام ٹلتا رہا اور پھر گویا نسیا منسیا ہوگیا۔ لہذا اس مرتبہ بھی پہلا حصہ ہی منظر عام پر لایا جارہا ہے، انشاء المولیٰ تعالیٰ اب جلد ہی دوسرا حصہ بھی ہدیۂ ناظرین ہوگا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مختار احمد صاحب قادری مدظلہ کا علم نحو کی تدوین وارتقاء کے موضوع پر نہایت وقیع اور معلوماتی مقدمہ حسب سابق زینت

کتاب ہے جو دراصل کتاب کی جان ہے، قارئین علما وطلبہ نے اس کو خوب سراہا اور پسند کیا تھا۔ مولانا موصوف نے مقدمہ لکھنے کے ساتھ ہی پوری کتاب کی اصلاح بھی فرمائی تھی جس پر میں ان کا ممنون ہوں۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو مشکور فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۳رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز پنجشنبہ

۲رفروری ۲۰۰۶ء

مقدمہ

ازقلم: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مختار احمد صاحب قادری
صدرالمدرسین مدرسہ بحرالعلوم بہیڑی

بسم لله الرحمن الرحيم

الحمد لله العليم الغفا ر، والصلوة والسلا م على نبيه المختا ر، وعلى آله واصحابه الكا ملين فى جميع الاطوار۔

علم الالغاز ''پہیلیوں کا علم'' ایک قدیم علم ہے جس کو مورخین علوم نے ایک مستقل علم کی حیثیت سے علوم وفنون کی فہرست میں شمار کیا ہے۔علمائے سلف نے اس میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چنانچہ عزالدین حمزہ بن احمد شافعی دمشقی متوفی ۸۸۴ھ نے ایک کتاب ,,کتاب الالغاز ,, کے نام سے تصنیف فرمائی، ان سے قبل جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ اور تاج الدین عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ نے بھی پہیلیوں کی کتابیں تالیف کیں '' الذخائر الاشرفيه فى الالغاز الخفية'' کے نام سے ایک کتاب قاضی عبدالبر بن شحنہ حلبی متوفی ۹۲۱ھ نے ترتیب دی۔

مگر اس قسم کی ساری کتابیں فقہی الغاز پر مشتمل ہیں جن میں مسائل فقہ کو پہیلیوں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

علم الالغاز کی تاریخ میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا جس میں فقہ کے علاوہ کسی دوسرے علم کے مسائل کو پہیلیوں کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہو۔

حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قابل صد تحسین وتہنیت ہیں کہ انہوں نے نحوی پہیلیاں جمع کر کے علم الالغاز کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے جو انکا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔

مولانا موصوف ایک ابھرتے ہوئے جواں سال عالم ہیں جو اپنی وسیع علمی صلاحیتوں

کی بنیاد پر نوجوان علماء میں ایک منفرد وممتاز حیثیت اور نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ پختہ کارانہ تدریسی مہارت اور شگفتہ وسنجیدہ انداز خطابت کے ساتھ ساتھ رب کریم نے موصوف کو عظیم تصنیفی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔

مولانا نے دیگر موضوعات کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ علوم عربیہ سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جو انشاء اللہ تعالی عنقریب ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر طالبان علوم عربیہ کے لئے بہترین معاون اور رہنما ثابت ہوں گی ''الالغاز النحویہ'' ''نحوی پہیلیاں'' ان کی تازہ ترین تصنیف ہے، جس میں انہوں نے سوالات وجوابات کی صورت میں نحو کے ایسے اہم مسائل ترتیب دیئے ہیں جن کی طرف عام طور سے طلبہ بہت کم توجہ دیتے ہیں۔

کتاب کا انداز یہ ہے کہ پہلے پہیلیوں کے عنوان سے سوالات درج کئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر نحو کا طالب علم سخت حیرت اور خلجان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسکا ذہن اس کشمکش میں پڑ جاتا ہے کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔

ذہن میں پیدا ہونے والا یہ تحیر وتجسس اس کی ساری توجہات کو جواب کی جانب مرکوز کر دیتا ہے اور طالب علم بے اختیار ہو کر جواب کا صفحہ کھولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

پھر جیسے جیسے وہ جواب پڑھتا جاتا ہے اس کے ذہن کی گرہیں کھلتی جاتی ہیں اور بالآخر وہ اضطراب وکشمکش کے اندھیروں سے نکل کر یقین وآگہی کے اجالوں میں آجاتا ہے۔

اس طرح سوالات سے پیدا ہونے والا تجسس واستعجاب پھر جوابات پڑھ کر ذہنی خلجان سے نجات پانے کی روحانی لذت وفرحت اور ایک الجھے ہوئے باریک مسئلہ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لینے کا مسرور کن احساس، طالب علم کو پوری طرح کتاب میں غرق کر دیتا ہے اور مسائل اس کے ذہن پر ثبت ہوتے چلے جاتے ہیں۔

علم نحو علوم عربیہ شرعیہ وادبیہ کے لئے اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں اس کی جانب سے سخت بے توجہی وغفلت اختیار کر لی گئی ہے جس کے نتیجے میں طلبہ برسوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی عربی علوم سے ناآشنا وبے شعور رہتے ہیں۔ عربی کلام کو سمجھنا اور عربی زبان میں گفتگو کرنا تو در کنار عربی عبارت کی چند سطریں تک صحیح طور سے نہیں پڑھ پاتے ایسے وقت میں مولانا نے یہ کتاب تصنیف کر کے طلبہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء"

موصوف نے ازراہ اخلاص ومودت اس خاکسار سے اس کتاب پر مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی جوعلم نحو کے مبادیات، اس کی ضرورت واہمیت، شرف وعظمت اور مختلف ادوار کی تاریخ پر مشتمل ہو۔

مولانا چونکہ عزیز ترین قریبی احباب میں ہیں۔ اس لئے اس راہ میں اپنی بے بضاعتی کے کامل احساس کے باوجود مجھے ان کے شدید وپیہم اصرار سے مجبور ہوکر وعدہ کرنا ہی پڑا مگر تدریسی وتقریری مصروفیات کی کثرت کے سبب ایفائے وعدہ کا موقع نہ مل سکا۔ ادھر کتاب کاتب کے پاس پہونچ گئی اور خلاف توقع بہت جلد ہی کتابت کے مراحل طے کرتی ہوئے تکمیل کے قریب آ گئی جس کے نتیجے میں مولانا کے مخلصانہ تقاضوں نے غیر معمولی شدت اختیار کرلی اور مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا۔

جب مقدمہ کا آغاز کیا تو پتہ چلا کہ مقدمۃ النحو لکھنے کی یہ راہ کس قدر سنگلاخ اور دشوار گذار ہے کیونکہ تفسیر، حدیث۔ فقہ اور ادب وغیرہ علوم متداولہ کے متعلق تمام تر ضروری معلومات عام طور پر کتب مروجہ میں بکھری ہوئی ہیں بلکہ بعض درسی کتابوں کے حواشی وشروح میں بطور مقدمہ ان کو یکجا بھی کردیا ہے اور کوئی بھی موجودہ مقدمہ نگار انہیں نہایت آسانی کے ساتھ اپنے انداز پر ترتیب دے کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہوسکتا ہے مگر علم نحو کے بارے میں کوئی ایسی تصنیف نظر نہیں آئی جس میں اس کے متعلق ضروری معلومات یکجا طور پر دستیاب ہوسکیں۔

درسی کتابیں عا مطور پر کلمہ وکلام کی تعریفات سے شروع ہوتی ہیں۔ کسی نے زیادہ کیا تو علم نحو کی تعریف، موضوع اور غایت بیان کردی۔ محشیں وشارحین نے بھی زیادہ سے زیادہ نحو کے واضع اور اس کے سبب وضع کو بیان کردینا کافی سمجھا۔ طبقات نحات پر مشتمل جو کتب فراہم ہوسکیں وہ بھی صرف نحویوں کے حالات زندگی تک محدود ہیں۔

اس صورت حال میں موصوف سے کئے ہوئے اس وعدہ کو پورا کرنا توقع سے زیادہ دشوار اور مشکل ثابت ہوا۔ مگر یہ پیر ومرشد آقائے نعمت قطب عالم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانی عنایات کا صدقہ ہے کہ ہر مشکل آسان ہوتی چلی گئے۔ اور مواد فراہم ہوتا چلا گیا۔ سرکار مفتی اعظم ہی کی مخفی دستگیری اور انھیں کے فیضان باطنی سے یہ مقدمہ انتہائی قلیل

وقت میں منزل تکمیل تک پہونچ گیا۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

علم نحو کی تعریف

لغوی اعتبار سے لفظ نحو مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی تفصیل" صاحب المسالك البهيه" نے اس طرح بیان کی ہے: پوشیدہ نخواہد کہ نحو لغۃ برائے چہار معنی آید۔

اول: قصد يقال نحوت هذا نحواً ای قصد ت قصد ا

دوم: جهت نحو وهن نحو البيت عا مدا ت ای قا صدا ت

سوم: مثل يقال هذا نحو ه ای مثله

چہارم: نو ع يقا ل هذا على اربعة انحاء ای انوا ع

پوشیدہ نہ رہے کہ لفظ نحو لغت میں چار معنی کے لئے آتا ہے

(۱) قصد: کہا جاتا ہے نحو ت هذا نحوا یعنی میں نے اسکا ارادہ کیا

(۲) جانب: جیسے "و هن نحو البيت عا مدا ت" یعنی وہ گھر کی جانب ارادہ کرنے والی ہیں۔

(۳) مثل: کہا جاتا ہے" هذا نحو ه" یعنی یہ اس کی مثل ہے۔

(۴) نوع: کہا جاتا ہے هذا على اربعة انحاء" یعنی یہ چار قسموں پر ہے۔

امام داؤدی نے لفظ نحو کے سات معانی بتائے ہیں اور ان کو اس طرح ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

للنحو سبع معا ن قد اتت لغة جمعتها ضمن بيت مفرد كملا
قصد ومثل و مقدا ر و نا حيه نو ع وبعض وصرف فا حفظ المثلا

لفظ نحو کے لغت میں سات معانی آئے ہیں ان سب کو میں نے ایک شعر میں جمع کردیا ہے۔

ارادہ، مثل، مقدار، جانب، نوع۔ بعض اور پھیرنا

لغت کی مشہور کتاب منتخب اللغات میں نحو کے مندرجہ ذیل معانی بیان کئے گئے ہیں:

نحو سوی وراہ وما نند وعلم کہ اعراب کلام عربی بداں دانستہ شود وقصد وآہنگ کردن و برگرانیدن ونام مرد یست وبنو نحو قومے ست ازاعراب کہ بدو منسوب اند۔

نحو کے معانی یہ ہیں۔ جانب، راستہ، مثل، وہ علم جس سے عربی کلام کے اعراب معلوم ہوں، قصد وارادہ کرنا، پھرانا، اور ایک مرد کا نام کہ جس کی نسبت سے عرب کا ایک قبیلہ بنو نحو کہلاتا ہے۔

اصطلاحی طور پر علم نحو اس علم کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اسم ۔فعل اور حرف کے اعرابی وبنائی حالات اوران کے باہم مرکب کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔

مدینۃ العلوم اور مفتاح السعادہ میں علم نحو کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

علم با حث عن احوال المرکبا ت المو ضوعۃ و ضعا نوعیا لنو ع نو ع من المعانی التر کیبیۃ النسبیۃ من حیث دلا لتھا علیھا

علم نحو وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے ان مرکبات کے احوال سے جن کی معانی ترکیبیہ نسبیہ میں سے ہر ہر نوع کے لئے وضع نوعی کی گئی ہے اس اعتبار سے کہ وہ مرکبات ان معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

الارشاد کے مصنف علم نحو کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

وھو علم یعرف بہ کیفیۃ الترکیب العربی صحۃ و سقما و کیفیۃ ما یتعلق بالالفاظ من حیث وقو عھا فیہ من حیث ھو ھو او لا وقوعھا فیہ ۔

علم نحو وہ علم ہے جس کے ذریعہ صحت وسقم کے اعتبار سے ترکیب عربی کی کیفیت اور الفاظ کی وہ کیفیت پہچانی جاتی ہے جو الفاظ سے تعلق رکھتی ہے ان کے ترکیب من حیث ہو ہو میں وقوع یا لا وقوع کے اعتبار سے۔

عام کتب نحو میں علم نحو کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

النحو علم با صو ل یعرف بھا احوا ل او اخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء

نحو ان اصول کا علم ہے جن کے ذریعہ معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات پہچانے جاتے ہیں۔

موضوع نحو

عام نحات کے ارشاد کے مطابق نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں، کیونکہ اس میں ان دونوں کے عوارض ذاتیہ یعنی اعرابی وبنائی احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

بعض لوگوں نے مرکبات، مفردات اور ادوات کو موضوع نحو قرار دیا ہے چنانچہ مدینۃ العلوم اور مفتاح السعادہ میں ہے:

وموضوعہ المرکبا ت والمفردا ت من حیث وقوعھا فی التراکیب والادوات لکونھا روابط الترکیب

نحو کا موضوع مرکبات ہیں اور مفردات ہیں اس حیثیت سے کہ وہ تراکیب میں واقع ہوتے ہیں اور حروف ہیں، اس وجہ سے کہ وہ روابط تراکیب ہیں۔

غالباً ان حضرات کی اصطلاح میں حرف پر مفرد کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے، اسی لئے ان کو مفردات سے الگ بیان کیا گیا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلا ح ۔موضوع نحو کے بارے میں ایک نظریہ یہ بھی ہے:

ھوالمرکب باسنا داصلی

نحو کا موضوع وہ مرکب ہے جو اسناد اصلی کے ساتھ ہو،

ارباب تحقیق وتدقیق کا مسلک یہ ہے کہ علم نحو کا موضوع، لفظ موضوع ہے خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

چنانچہ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے:

ومو ضوعہ اللفظ المو ضوع مفردا کا ن او مرکبا و ھو الصوا ب ،

نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے چاہے مفرد ہو یا مرکب یہی صحیح ہے

جامع الغموض میں ہے:

وتحقیق حقیق اینست کہ موضوع علم نحو متعدد نیست بلکہ واحد ست و ھو اللفظ

الموضوع للمعنی ۔

تحقیق حق یہی ہے کہ نحو کے موضوع متعدد نہیں ہیں بلکہ ایک ہے یعنی وہ لفظ جو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

بعض محققین نحو نے اسی تحقیق کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

وموضوعه اللفظ الموضوع باعتبار هيئته التركيبيه وتاديتها لمعانيها الاصلية لا مطلقا ۔

نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے لیکن مطلقا نہیں بلکہ اپنی ہیئت ترکیبیہ اور اپنے معانی اصلیہ کی ادائیگی کے اعتبار سے۔

غرض وغایت

نحو کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان تراکیب عربیہ کو معانی وضعیہ اصلیہ پر منطبق کرنے میں خطاؤں سے محفوظ رہے۔اور اس میں اس کو ایسا ملکہ پیدا ہوجائے کہ جب وہ کسی معنی کے ظہور کا ارادہ کرے تو اس کی ادائیگی کے لئے ایسی تراکیب لا سکے جن کی اس معنی کے لئے وضع نوعی کی گئی ہو اور وہ عربی بولنے اور پڑھنے میں لسانی خامیوں اور لفظی غلطیوں کا ارتکاب نہ کرے، نیز انسان میں عربی تراکیب کے معانی موضوع لہ اور متکلم کی مراد کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوجائے۔

قال صاحب مفتاح السعادة وغرضه تحصيل ملكة يقتدر بها على ايراد تركيب وضع وضعا نوعيا لما اراده المتكلم من المعنى وعلى فهم معنى اى مركب كان بحسب الوضع المذكور وغايته الاحتراز عن الخطاء فى تطبيق التراكيب العربية على المعانى الوضعية الاصلية كذا فى مدينة العلوم وثمرات الحياة وفى طبقات النحاة وقريب منه ما فى كشاف اصطلاحات الفنون والارشاد وحواشيه ۔

نحو کی ابتدائی کتابوں میں متعلمین کی آسانی کے لئے علم نحو کی غرض و غایت کو اختصاراً اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

والغرض منه صيانة الذهن عن الخطاء اللفظى فى كلام العرب ۔

اس کی غرض ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے محفوظ رکھنا ہے۔

ایجاد نحو کا سبب

اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے عربی صرف اہل عرب کی زبان تھی اور وہ اپنی مادری زبان ہونے کی وجہ سے فطری طور پر بلا تکلف فصیح و بلیغ عربی میں کلام کیا کرتے تھے۔ انھیں عربی زبان میں قدرت ومہارت حاصل کرنے کے لئے نہ قواعد کی ضرورت تھی اور نہ قوانین کی حاجت ۔مگر جب اسلام عربوں کے ساتھ جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکلا اور قیصر وکسریٰ کے ایوانوں پر اپنی عظمتوں کے پرچم لہراتا ہوا مغرب ادنی تک پہنچ گیا اس وقت سے عربی صرف اہل عرب کی زبان نہ رہی بلکہ ان فاتح عربوں کے ساتھ عجم کے متمدن شہروں میں پہنچ کر اسلام کے زیر نگین آنے والی مختلف اقوام کی زبان بھی بن گئی۔

مگر ظاہر ہے کہ یہ مختلف زبانیں بولنے والے عجمی لوگ عربوں کی طرح عربی زبان بولنے کی صلاحیت وقدرت نہیں رکھتے تھے لہذا عرب وعجم کے اس اختلاط کی بناء پر عربی زبان میں فساد کا بازار گرم ہوگیا۔کثرت سے زبان ومحاورہ کی غلطیاں ہونے لگیں ۔نظم میں خلل، عبارت میں گنجلک پن اور ترتیب میں بے ربطی پائی جانے لگی ، یہاں تک کہ قرآن پاک کی تلاوت میں بھی لوگ لسانی غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگے۔

چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایک اعرابی مدینہ شریف میں آیا اور اس نے قرآن پاک کی آیات سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔کسی شخص نے اس کو سورہ برأت کی چند آیات پڑھائیں اور آیت کریمہ ،، ان اللہ بری من المشرکین و رسولُہ ،، میں رسولہ کو رفع کی بجائے جر کے ساتھ پڑھایا۔

آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:

’’بیشک اللہ اور اسکا رسول مشرکین سے بری ہے،،

مگر رسولہ کو جر کے ساتھ پڑھنے میں آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح ہوجاتا ہے:

بیشک اللہ مشرکین سے اور اپنے رسول سے بری ہے۔

چونکہ اس اعرابی کو رسولہ جرہی کے ساتھ پڑھایا گیا تھا۔ اس لئے اس نے یہی مفہوم سمجھ کر کہا:

کیا اللہ اپنے رسول سے بری ہے؟ جب ایسا ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بری ہوں۔

غرض کہ جب اس قسم کی لسانی غلطیاں روزمرہ کی گفتگو اور باہمی مکالمات سے بڑھ کر قرآنی عبارات میں بھی واقع ہونے لگیں تو عربی کی لسانی لغزشوں سے قرآن کی حفاظت کے لئے علم نحو کی ایجاد کی گئی اور نحوی قواعد ترتیب دیئے گئے تا کہ وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے ان قواعد کی روشنی میں تلاوت قرآن پاک اور عربی کلام پر صحیح قدرت حاصل کر سکیں اور اس طرح کی غلطیوں کے مرتکب نہ ہوں جن سے زبان کا حلیہ بھی بگڑ جاتا ہے۔ اور مفہوم بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

علم نحو کی عظمت واہمیت

قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کا اصل ذخیرہ عربی زبان میں ہے جس کو سمجھنے کے لئے علوم عربیہ سے واقفیت ضروری ہے، علوم عربیہ میں علم نحو کو اساسی ومرکزی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ عربی زبان کے حصول کا تمام تر دارومدار علم نحو کی مہارت پر ہی ہے۔ علم نحو کے بغیر نہ عربی زبان حاصل ہوسکتی ہے اور نہ علوم عربیہ کو سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ کسی بھی دوسری زبان کی عبارت کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اسم وفعل وحرف کے درمیان امتیاز کیا جائے کلمات کے باہمی تعلق کو سمجھا جائے اور فاعل ومفعول۔ مبتداء وخبر، مضاف مضاف الیہ، موصوف صفت وغیرہ کی شناخت کی جائے۔ ان امور کو جانے بغیر کسی عبارت کے مفہوم کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں اعراب کے ذریعہ کلمات کی حیثیات اور ان کے باہمی روابط کو سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے اس زبان مین اعراب کا معمولی سا فرق بھی مفہوم کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے اور سننے والا متکلم کے مافی الضمیر کے قطعاً برعکس ومخالف مفہوم سمجھ لیتا ہے۔

مندرجہ ذیل واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعرابی فرق عربی زبان کے مفہوم میں کتنی

بڑی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔

اغانی نے بروایت ائمہ نحات نقل کیا ہے کہ بصرہ میں انتہائی شدید گرمی کا موسم تھا۔ واضع نحو حضرت ابوالاسود دئلی کی صاحبزادی نے ان سے کہا'' یا ابت ما اشدُالحَر'' اس کا مقصد گرمی کی شدت پر تعجب کا اظہار کرنا تھا مگر اظہار تعجب کے لئے اس کو'' ما اشدَّالحرّ'' بولنا چاہیے تھا۔

اعراب کے اس معمولی فرق نے اس جملہ کا مفہوم اظہار تعجب کے بجائے یہ بنا دیا کہ کونسا مہینہ زیادہ سخت گرمی والا ہے۔

حضرت ابولاسود یہی مفہوم سمجھے اور اسی کے مطابق جواب دیتے ہوئے زیادہ سخت گرمی والے مہینہ کا نام بتادیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ جاحظ نے البیان والتبیین میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اعرابی سے دریافت کیا۔

،، کیف اهلَك ،، اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے اہل وعیال کا کیا حال ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے اسے کیف اهـلُك بولنا چاہئے تھا۔ اعراب کی اس تبدیلی کی بنا پر جملہ کا مفہوم یہ ہو گیا کہ میں کیسے مروں؟ اعرابی نے یہی مفہوم سمجھ کر جواب دیا۔ صلباً یعنی سولی کے ذریعہ۔

اسی طرح کا وہ واقعہ بھی ہے جو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ایک اعرابی کو کسی ناواقف شخص نے'' ان اللہ بری من المشرکین و رسولُہ'' کو رفع کے بجائے جر کے ساتھ پڑھا دیا جس سے مفہوم اتنا تبدیل ہو گیا کہ اعرابی نے اس کی بنیاد پر رسول پاک ﷺ سے اپنی برأت و بیزاری کا اعلان کر دیا۔

عربی ادب کے لٹریچر میں اس قسم کے بے شمار واقعات بکھرے ہوئے ہیں جن سے ایک عام انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ عربی پڑھنے، بولنے، سمجھنے اور عربی زبان میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے کے لئے اعراب کا پہچاننا کس قدر ضروری ہے۔ اور اعراب سے ناواقفیت اور ان کا غلط استعمال مفہوم میں کتنا بڑا تغیر وتبدل پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے عربی زبان کو حاصل کرنے کے لئے اعرابی کیفیات وتغیرات اور اعرابوں کے استعمال کے صحیح مواقع کو پہچاننا انتہا ئی

لازمی وضروری ہے۔ان چیزوں سے ناواقف انسان نہ عربی عبارت پڑھ سکتا ہے اور نہ اس کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔

اعرابی شناخت ہی کے لئے علم نحو کو وضع کیا گیا ہے۔نحو ہی کے ذریعہ انسان کو عربی بولنے،عبارت پڑھنے اور عربی کلام کو سمجھنے کی لیاقت وصلاحیت حاصل ہوتی ہے اور علم نحو کے بغیر اسی قسم کے نتائج سامنے آتے ہیں۔جن کی مثالیں آپ نے مذکورۃ الصدر واقعات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہت سے ائمہ نحو اپنی ابتدائی حیات میں علم نحو سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے مگر جب علم نحو سے غفلت کے سبب ان کو اس طرح کے نتائج کا شکار ہو کر اہل علم کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی تو وہ اس علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور پھر اس میں ایسی مہارت تامہ حاصل کی کہ آسمان نحو کے آفتاب و ماہتاب بن کر مرجع نحات وادبا ہوگئے۔

چنانچہ نحات بصرہ کے امام سیبویہ ابتداً فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔اس وقت تک انھیں علم نحو کی طرف کوئی رغبت وتوجہ نہ تھی۔وہ اس زمانہ میں مشہور محدث حضرت حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے۔ایک روز کسی حدیث کی روایت کرتے ہوئے حضرت حماد نے" لیس ابا الدرداء " املا کیا۔سیبویہ نے" لیس ابو الدرداء" پڑھا،اس پر حضرت حماد نے بآواز بلند کہا:سیبویہ تم غلطی کررہے ہو"لیس ابا الدرداء" کہو،کیونکہ یہ استثنا ہے۔اس غلطی سے سیبویہ نہایت منفعل ہوئے اور اسی وقت اپنے دل میں یہ عہد کرلیا کہ اب میں وہ علم ضرور سیکھوں گا جو ایسی غلطیوں کے ارتکاب سے میری حفاظت کرے اور اس کے ذریعہ میری زبان ایسی درست ہوجائے کہ پھر کوئی شخص کسی قسم کی خامی اس میں نہ نکال سکے۔

یہی احساس وعزم انہیں تحصیل علم نحو کے لئے خلیل وغیرہ اساتذہ نحو کی درسگاہوں میں لے گیا جہاں انہوں نے اس علم کے اصول وفروع سیکھ کر اس میں ایسی مہارت وقابلیت حاصل کی کہ نحات بصرہ کے امام اور مرجع خواص وعوام بن گئے،اور نحو نے جو شاندار ترقی اور عظیم وسعت حاصل کی وہ انہیں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح کوفی نحویوں کے پیشوا کسائی بھی ابتدا میں نحو سے کوئی شغف نہیں رکھتے تھے، بلکہ مکمل طور پر علم قرأت کی خدمت میں ڈوبے ہوئے تھے اور اس فن میں ایسا اعلی مقام حاصل کیا

تھا کہ صاحب مذہب اور امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ایک روز کہیں جارہے تھے،طویل مسافت طے کی،چلتے چلتے تھک گئے،چند ذی علم شناسا حضرات کو بیٹھے ہوئے دیکھا یہ بھی ان کے پاس جاکر بیٹھ گئے،چونکہ سفر کی تھکن سے طبیعت بوجھل تھی،اس لئے تھکاوٹ کا اظہار کرنے کے لئے کہا" قد عیّیت" یہ حضرات ارباب فضل وکمال اور عربی زبان کے ماہر تھے،کسائی کا یہ جملہ سن کر چہروں پر ناگواری کے تاثرات پیدا ہوگئے اور کسائی سے کہنے لگے کہ تم عربی زبان میں ایسا کھلا ہوا لحن کرتے ہو،تم پر ہماری صحبت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا،کسائی نے حیران ہوکر دریافت کیا کہ اس جملہ میں کیا لحن ہوا؟ ان لوگوں نے بتایا کہ اگر تمہارا مقصود اظہار کسل کرنا تھا تو" اعیَیْت" کہنا چاہیے تھا۔اور اگر انقطاع حیلہ یا اور کسی امر میں تحیر کا اظہار مقصود تھا تو" عییت" بتخفیف کہنا چاہیے تھا۔کسائی کو اپنی اس کم علمی پر سخت ندامت ہوئی اور اس مجلس سے یہ عزم کر کے اٹھے کہ اب علم نحو ولغت میں ایسی مہارت حاصل کروں گا کہ یہ لوگ بھی ان علوم میں میرے تفوق و برتری کے قائل ہوجائیں۔اس کے بعد مختلف اساتذہ کی بارگاہوں میں حاضر ہوکر ایسی استعداد بہم پہونچائی کہ آج بھی زمانہ انھیں ائمہ نحو میں شمار کرتا ہے۔

ان تمام شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ علم نحو کی معرفت کے بغیر عربی زبان اور علوم عربیہ کا حصول قطعا ناممکن ہے اور کوئی ذی ہوش انسان اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ جب تک علوم عربیہ پر عبور حاصل نہ ہو اس وقت تک قرآن وحدیث کے معانی ومطالب تک رسائی میسر نہیں ہوسکتی اور نہ دیگر علوم شرعیہ کا حصول ہوسکتا ہے۔لہذا قرآن وحدیث اور دیگر علوم شرعیہ کی تحصیل کے لئے علم نحو کو بنیادی واساسی حیثیت حاصل ہوئی۔

انسان کی تمام تر دنیوی واخروی سعادات وترقیات اور فلاح ونجاح قرآن وحدیث کے علم پر موقوف ہے،لہذا جو علم قرآن وحدیث کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے نہ صرف مدد ومعاون بلکہ مدار وموقوف علیہ ہو وہ کس قدر اہم اور باعظمت ہوگا،اسی سے علم نحو کے شرف وعظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔پھر یہ ایک ایسا علم ہے جس کے اصول وقواعد دیگر علوم کے مسائل کی جانب بھی ہدایت ورہنمائی کرتے ہیں اور ان پر قیاس کرکے ایک ماہر فن دقیق النظر انسان دوسرے علم کے احکام کا بھی استخراج کرلیتا ہے۔چنانچہ امام نحو فرا کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ایک علم میں مہارت حاصل کرلینے سے دوسرے علوم میں بھی رہنمائی حاصل ہو

جاتی ہے،اس پر حضرت امام محمد رضی اللہ تعالے عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم علم نحو میں کامل مہارت رکھتے ہو،اپنے علم کی روشنی میں بتاؤ کہ اگر کسی شخص کو نماز میں سہو ہو جائے اور جب وہ سجدۂ سہو ادا کرے تو سجدہ سہو کے دوران پھر سہو ہو جائے تو اس پر دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ امام فرا نے جواب دیا کہ اس کے لئے وہی سجدۂ سہو کافی ہے دوبارہ سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔امام محمد نے دریافت فرمایا کہ تم نے علم نحو کے کس اصول سے اس مسئلہ کا استخراج کیا؟ فرا نے جواب دیا کہ "المصغر لا يصغر" تصغیر کی تصغیر نہیں آتی۔اس قاعدہ پر قیاس کر کے میں نے یہ مسئلہ معلوم کرلیا۔

ان ذاتی فضائل کے علاوہ علم نحو کو نسبتی عظمت بھی حاصل ہے کہ اس کی تاسیس وایجاد امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم جیسی عظیم المرتبت جلیل القدر شخصیت نے فرمائی ہے جو سرور کونین ﷺ کے داماد اور مدینۃ العلم ہیں،اس نسبت کے اعتبار سے بھی یہ علم دیگر علوم کے درمیان خصوصی عظمت واہمیت کا حامل ہے۔

صاحب درایۃ النحو علم نحو کی عظمت واہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

واذا كان الغرض من النحو والفائدة منه هو العصمة عن الخطاء فى كلام العرب والاعتماد منه على فهم نظم القرآن والحديث والفقه وبه يتيسر الارتقاء الى علم البيان ويحصل الاقتدار على البينات والتقوى على التاويلات فكان اشرف العلوم لان شرف العلوم بشرف المعلوم منه وغايته اقرب العربية فائدة وارجحها معيارا واسناها عظمة ومقدارا ،،

چونکہ علم نحو کی غرض اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ کلام عرب میں خطا سے حفاظت ہو اور اس سے نظم قرآن اور حدیث وفقہ سمجھنے میں سہارا ملتا ہے،علم بیان کی طرف ارتقاء آسان ہو جاتا ہے، دلائل پر قدرت اور تاویلات کی قوت حاصل ہوتی ہے،اس لئے یہ علم سارے علوم میں اشرف ہے، کیونکہ علم کا شرف اسکے معلوم اور اسکی غایت کے شرف سے ہوتا ہے، نیز یہ علم فائدہ کے اعتبار سے علوم عربیہ میں سب سے زیادہ نافع ،معیار کے اعتبار سے سب سے زیادہ راجح،اور عظمت ومرتبہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند ہے۔

بارگاہ رسالت میں نحو واہل نحو کا مقام

مفتاح السعادہ میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو بکر بن مجاہد مقرمی نے بیان کیا کہ ایک بار ابو العباس ثعلب نحوی نے مجھ سے نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ کہا کہ اے ابو بکر! علمائے قرآن علوم قرآنیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔محدثین نے زندگی بھر احادیث کریمہ کی خدمت واشاعت کی۔اور فقہا نے مسائل شریعت کی ترتیب وتدوین کی اور دین حنیف کی عظیم خدمت انجام دی۔یہ سب حضرات فائز المرام ہوئے،مگر ہم ساری زندگی علم نحو میں مشغول رہ کر زید وعمر وہی کرتے رہے،نہ جانے ہمارا کیا انجام ہوگا؟ ابو بکر کہتے ہیں کہ میں جب گھر آکر رات کو سویا تو اسی شب خواب میں مصطفٰے جان رحمت ﷺ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا،آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر! ابو العباس کو میرا اسلام پہونچا کر کہنا کہ سرکار نے فرمایا ہے:

انت صاحب العلم المستطيل ۔ تم دراز علم والے ہو

اخبار نحات میں محمد ابن حمدان سے روایت ہے کہ ایک شخص امام نحو کسائی کی غیبت کیا کرتا تھا، میں نے اسے ہر چند سمجھایا مگر وہ اپنی ناشائستہ حرکت سے باز نہیں آیا اور اپنی محفلوں میں کسائی کی غیبت کرتا رہا، چند ایام کے بعد اس شخص نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے کسائی کو خواب میں دیکھا ہے،انکی شکل نہایت ہی حسین تھی، میں نے ان سے ان کی سرگذشت پوچھی،انہوں نے بتایا کہ خداوند کریم نے قرآن کے طفیل مجھے بخش دیا،اورانہوں نے یہ بھی کہا کہ عالم آخرت میں آکر مجھے سرور کونین ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا،سرکار نے فرمایا کہ پڑھو، میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ فرمایا:

والصافات صفاً .فالزاجرات زجراً. فالتاليات ذكرا .ان الهكم لواحد.

میں نے تعمیل حکم کی،نہایت مسرور ہوئے اور میرے بازو پر اپنا دست پاک مار کر فرمایا کہ قیامت کے دن ہم فرشتوں کے مجمع میں تم پر فخر کریں گے۔

علم نحو کی شرعی حیثیت

علوم کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے لئے بنیادی اصول یہ ہے کہ جو علم تحصیل فرض کے لئے ذریعہ ووسیلہ بنتا ہے اس کا حاصل کرنا فرض ہوتا ہے، اور جو علم تحصیل واجب کا ذریعہ بنتا ہے اس کا حاصل کرنا واجب ہوتا ہے، اسی طرح جو علم سنت یا مستحب کی تحصیل کا ذریعہ بنے اس کا حاصل کرنا سنت یا مستحب ہوتا ہے۔

چنانچہ تلمیذ صاحب ہدایہ حضرت علامہ شیخ برہان الدین زرلوجی ''تعلیم المتعلم'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

ما يتوسل به الى اقامة الفرض يكون فرضا وما يتوسل به الى اقامة الواجب يكون واجبا ۔

جس علم کو فرض قائم کرنے کا وسیلہ بنایا جائے وہ فرض ہوتا ہے اور جس کو اقامت واجب کا ذریعہ بنایا جائے وہ واجب ہوتا ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وغیرہ علوم شرعیہ کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ شیخ محمد آفندی رومی علیہ الرحمہ ''الطریقۃ المحمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

الصنف الثانی فروض الكفايه وهو ما يتعلق بحال غير اعنی الفقه كله والتفسير والحديث والاصول والقرآة ۔

علوم کی دوسری قسم وہ ہے جس کی تحصیل فرض کفایہ ہے اور یہ وہ علوم ہیں جو غیر کے حال سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی پورا فقہ، تفسیر، حدیث، کلام، اصول فقہ، قرأت۔

اور گذشتہ مضمون میں ہم نے تفصیلی طور پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ علم نحو علوم شرعیہ کے لئے نہ صرف ذریعہ ووسیلہ ہے بلکہ ان کی تحصیل سراسر علم نحو پر موقوف ہے۔ لہٰذا جب وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، علم نحو پر موقوف ہیں تو مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں علم نحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہوا، کیونکہ وہ فروض کفایہ کی تحصیل کا وسیلہ ومدار ہے۔

حضرت علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے ''الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ'' میں علوم عربیہ کی حیثیت بیان کرتے ہوئے ان کو بارہ علوم میں تقسیم کیا ہے جن میں پہلا

مقام علم نحو کو دیا ہے، اور مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں ان سارے علوم عربیہ کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

(والذی يقتضيه الاصل) المقرر عند العلماء (اعنی) ای اقصد بالاصل (ان ما) ای الذی (يتوسل به الی) تحصيل (الفرض) من ای نوع كان من انواع العبادات فهو (فرض وكذلك فی الواجب) ما يتوسل به اليه فهو واجب (وغيره) ای الامر المسنون والمستحب فما يتوسل به اليهما فحكمه كحكمهما (كونها) ای علوم العربية (فرض كفاية لان العلوم الشرعية) المترجمة من قبل الشارع الذی هو النبی العربی ﷺ (متوقفة عليها) فلا تفهم الابها ۔

علما کے نزدیک ثابت شدہ یہ اصول کہ جو علم انواع عبادات میں سے کسی بھی نوع کی فرض عبادت کا ذریعہ بنے وہ فرض ہے، ایسے ہی جو علم واجب، سنت، مستحب کے لئے وسیلہ بنایا جائے وہ علی الترتیب واجب، سنت، مستحب ہے۔ علوم عربیہ کے فرض کفایہ ہونے کا متقاضی ہے، کیونکہ علوم شرعیہ جو شارع کی جانب سے عطا فرمائے ہوئے ہیں انہیں علوم عربیہ پر موقوف ہیں اور ان کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔

نیز صاحب مدینۃ العلوم اور صاحب مفتاح السعادہ نے بھی تصریح کی ہے کہ علم نحو کا حاصل کرنا فروض کفایہ میں سے ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے استدلال کرنے میں اس کی احتیاج واقع ہوتی ہے۔ بعض فقہائے کرام نے تعلیم علم نحو کو صراحۃ واجب بھی قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی ارشاد فرماتے ہیں:

قد تكون البدعة واجبة كنصب الادلة لرد علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ۔

کبھی بدعت واجب ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو قرآن وحدیث کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''اشعۃ اللمعات'' میں تحریر فرماتے

ہیں:

٭بعض بدعتہا ست کہ واجب ست چنانچہ تعلیم وتعلم صرف ونحو کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد۔

بعض بدعتیں ایسی ہیں جو واجب ہیں جیسے کہ علم نحو وصرف کا سیکھنا وسکھانا ۔کیونکہ ان سے آیات واحادیث کے مفاہیم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صاحب درایۃ النحو کہتے ہیں:

وکان تعلمه و تعليمه من الواجبات۔

علم نحو کا سیکھنا سکھانا واجبات میں سے ہے۔

علامہ شامی اور محدث دہلوی کے مندرجہ بالا ارشادات میں تحصیل نحو وصرف کو واجب بتانے کے ساتھ ساتھ ان کو بدعت بھی قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بدعت پر حرمت وعدم جواز کا حکم لگانا سراسر غلط اور اصول شریعت کے منافی ہے،کیونکہ جب بعض بدعتیں واجب بھی ہوتی ہیں پھر ہر بدعت حرام وناجائز کس طرح ہوسکتی ہے؟

اس طرح ان اقوال طیبہ سے دیوبندیوں وغیرہ فرق باطلہ کا وضاحۃً رد ہوجاتا ہے جو ہر بدعت پر حرمت وضلالت کا حکم لگا کر میلاد وفاتحہ وغیرہ مراسم اہل سنت کو حرام وناجائز قرار دیتے ہیں۔اور بجا طور پر یہ جماعتیں اس سوال کی زد میں آجاتی ہیں کہ جب احناف فقہاء ومحدثین نے علم نحو وصرف کی تعلیم وتعلم کو بدعت قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک ہر بدعت حرام وگمراہی ہے تو انکے مدارس میں نحو وصرف کی تعلیم کیوں رائج ہے؟۔

علم نحو کے مآخذ

ایجاد نحو کا سبب، کے عنوان کے تحت ہم نے اس امر کی مکمل وضاحت کی ہے کہ جب عربی زبان میں لسانی خامیوں کی وجہ سے فساد واقع ہونے لگا تو عربوں کو اپنی زبان کے تحفظ کی فکر پیدا ہوئی اور انہوں نے اس مقصد کے لئے علم نحو کی ایجاد وتدوین کی،عربی زبان میں یہ فساد عجمیوں کے اختلاط کی بنا پر پیدا ہوا تھا،ورنہ اس سے پہلے عربوں کی زبان انتہائی فصیح اور اغلاط سے پاک تھی جو نثری وشعری صورت میں سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہوئی بعد کے لوگوں تک پہونچی۔

مگر عربی ادب کے راویوں نے نثر کی جانب کچھ زیادہ توجہ نہیں کی،اس سے اس دور کی نثر کا صرف وہ حصہ محفوظ رہا جو اپنی موزونیت ونفاست یا ایجاز وبلاغت کی وجہ سے زبان زد خاص وعام ہوگیا تھا۔جیسے ضرب الامثال،حکیمانہ مقولے،وصایا،خطبات۔

ہاں اہل عرب میں شاعری کا بہت چرچا تھا،وہ کثرت سے اشعار کہتے اور بہت اہتمام وتوجہ کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتے تھے،ہر شاعر کے ساتھ ایک راوی لگا رہتا جو اس کے اشعار کو عوام میں مشتہر کرتا تھا،میلوں اور بازاروں میں مشاعرے منعقد کئے جاتے تھے جہاں مختلف قبائل کے لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا تھا اور مقبولیت حاصل کرنے والے اشعار سارے عرب میں پھیل جاتے تھے،پھر سینہ بسینہ ان کی منتقلی عمل میں آتی رہتی تھی۔اس طرح ان کی شاعری اتنی کثیر تعداد میں محفوظ ہوکر بعد کے لوگوں تک پہونچی جس کو یکجا کرنا بھی انتہائی مشکل ہے۔

اس دور کی شاعری،ضرب الامثال،حکیمانہ مقولہ جات،وصایا اور خطبات کا محفوظ شدہ ذخیرہ ہر قسم کی لسانی خامیوں اور غلطیوں سے مبرا تھا،اسی ذخیرہ کی زبان کو نمونہ بنا کر اور اس کی تراکیب اور الفاظ کے طریق استعمال کو سامنے رکھ کر اہل نحو نے قواعد نحویہ کی ترتیب کی۔

اس کے علاوہ انکے سامنے عربی زبان کا شاہکار قرآن پاک بھی تھا جسکی فصاحت وبلاغت اور نفاست وموزونیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر تھی۔اس کی پاکیزہ زبان بھی نحو کی تشکیل میں بہت بڑی معاون بنی۔

پھر عجمیوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے لسانی امراض کا دائرہ صرف بڑے بڑے شہروں تک محدود تھا،دیہات تک ان کا اثر نہیں پہونچا تھا،دیہاتیوں میں ابھی تک خالص زبان معروف تھی،لہذا دیہات کی موجودہ زبان سے بھی قواعد اخذ کیے گئے۔

چنانچہ کسائی کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک بار اپنے استاذ خلیل سے دریافت کیا کہ آپ نے علم نحو کس سے حاصل کیا؟خلیل نے جواب دیا کہ حجاز،نجد،تہامہ کے صحراؤں میں رہنے والے اعرابیوں سے۔

کسائی نے اپنے استاذ کا یہ جواب سن کر عزم کرلیا کہ مجھے بھی اعرابیوں سے ہی اس فن کی تکمیل کرنا ہے،چنانچہ بصرہ کو خیرباد کہا اور دیہات میں گھوم پھر کر اقوال اعراب جمع کرنے میں مشغول ہوگئے اور انکا اتنا بڑا ذخیرہ فراہم کیا کہ پندرہ شیشے سیاہی کے صرف ہوگئے،اس طرح

مدونین نحو نے تین چیزوں کو نحو کا ماخذ بنایا۔

(۱) قرآن کریم۔

(۲) پچھلے عربوں کی زبان کا محفوظ شدہ سرمایہ جو اشعار، ضرب الامثال، حکیمانہ مقولے، وصایا اور خطبات پر مشتمل ہے۔

(۳) اپنے دور کے خالص اعراب کی زبان جو عجمیوں کے اختلاط کے اثرات سے محفوظ تھی۔

انھیں تینوں ماخذوں سے نحوی قوانین اخذ کئے گئے اور آج تک کتب نحو میں قواعد نحو یہ کی تائید و اثبات کے لئے انہیں سے دلائل فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہاں اس امر کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ علم نحو وغیرہ علوم عربیہ کا ماخذ تمام اہل عرب کی زبان کو نہیں بنایا گیا، بلکہ اس سلسلہ میں انہیں قبائل کی زبان کو قابل اعتماد سمجھا گیا ہے جو حجاز ونجد کے درمیانی علاقوں میں رہتے تھے اور غیر عربی لوگوں سے انکا اختلاط نہیں تھا جس کی وجہ سے ان کی زبان خالص اور عجمی اثرات سے پاک تھی۔

ایسے قبائل میں ہذیل، کنانہ، قیس، غیلان اور بعض بنو تمیم زیادہ مشہور ہیں۔ لیکن عرب کے وہ قبائل جو عجم کی سرحدوں پر آباد تھے، جیسے حمیر، ہمدان، خولان، جن کی آبادی حبشہ سے ملی ہوئی تھی، طی اور غسان جو روم وشام کے پڑوسی تھے، اور عبدالقیس جو اہل جزیرہ وفارس کے ہمسایہ تھے اس قسم کے قبائل کی زبان کو ادبی علوم کے لئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا گیا، کیونکہ ان کی زبانوں میں عجمیوں سے اختلاط کے اثرات پیدا ہو گئے تھے اور وہ فصاحت و بلاغت کے اس معیار پر باقی نہیں رہی تھی کہ خالص عربی کی نمائندگی کر سکیں اور ان سے عربی کے لسانی قواعد اخذ کئے جا سکیں۔

قال صاحب کشاف اصطلاحات الفنون واعلم ان هذه العلوم فی العربية لم توخذ عن العرب قاطبة بل عن الفصحاء البلغاء منهم وهم الذين لم يخالطوا غيرهم كهذيل وكنانة وبعض تميم وقيس وغيلان ومن يضاهيهم من عرب الحجاز واوساط نجد، فاما الذين اصابوا العجم فی الاطراف فلم تعتبر لغاتهم واحوالها فی اصول هذا العلوم وهولاء كحمير وهمدان وخولان

والازد لمقاربتهم الحبشة والزنج وطی وغسان لمخالطتهم الروم والشام وعبدالقيس لمجاورتهم اهل الجزيرة وفارس۔

علم نحو کی تاریخ

علم نحو کی ایجاد کب ہوئی اور اس کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے؟ اس بارے میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ علم نحو کی وضع سب سے پہلے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے کی ہے۔ بعض لوگ نصر بن عاصم کو نحو کا واضع اول بتاتے ہیں۔ ان دونوں اقوال کے مطابق علم نحو کی بنیاد عہد بنوامیہ میں پڑی۔ مگر یہ دونوں نظریے تاریخی حقائق کی روشنی میں قابل اعتماد نہیں ہیں، کیوں کہ محققین طبقات نحاۃ نے ان دونوں حضرات کو حضرت ابوالاسود دئلی کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن محمد الانباری متوفی ۵۷۹ھ ''نزہۃ الالبا فی طبقات الادباء'' میں فرماتے ہیں:

واخذ عن ابی الاسود عنبسة الفيل وميمون الاقرن ونصر بن عاصم وعبد الرحمٰن بن هرمز ويحيى بن يعمر۔

اسی طرح اخبار نحات وغیرہ میں بھی ان دونوں حضرات کو حضرت ابوالاسود کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔

پھر ان دونوں کو علم نحو کا موجد اور واضع اول قرار دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابوالاسود دئلی نے کوفہ و بصرہ کے گورنر زیاد بن ابیہ کی اجازت سے علم نحو کو ایجاد کیا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت ابوالاسود دئلی نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے حکم سے قواعد نحو یہ کو وضع کیا۔ فاروق اعظم نے ایک اعرابی کی زبان سے "ان الله بریٔ من المشركين ورسولُه" کے بجائے ''ان الله بریٔ من المشركين ورسولِه'' سن کر حضرت ابوالاسود کو تدوین نحو کا حکم دیا تھا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ علم نحو کے بانی و موجد امیر المومنین سیدنا حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ ہی نے سب سے پہلے نحو کے چند ابتدائی اصول وضع فرمائے اور پھر آپ کے حکم سے انہیں اصول کی

روشنی میں حضرت ابوالاسود دئلی نے قواعد نحو ترتیب دیئے چنانچہ " نزھة الالبّا فی طبقات الادبا" میں واضعین نحو کے بارے میں مندرجہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد عبدالرحمن انباری فرماتے ہیں:

والصحیح ان اول من وضع النحو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لان الروایات کلھا تسند الی ابی الاسود وابو الاسود یسند الی علی فانہ روی عن ابی الاسود انہ سئل ھذا النحو فقال لقفت حدودہ من علی ابن ابی طالب ،

صحیح یہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے نحو کی وضع کی وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ ساری روایات کی نسبت حضرت ابوالاسود کی طرف کی جاتی ہے، اور ابوالاسود حضرت علی کی جانب نسبت کرتے ہیں، چنانچہ ابوالاسود سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کو یہ نحو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کے حدود حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے۔

اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے اور یہی محققین کا مسلک ہے کہ نحو کے اولین موجد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں، آپ ہی سے اخذ کرکے ابوالاسود نے قواعد نحو کو مرتب کیا ہے۔

چنانچہ ابوعبید بن معمر بن المثنی فرماتے ہیں:

اخذ ابو الاسود الدئلی النحو عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوالاسود دئلی نے نحو کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔

ابوحاتم سجستانی حکایت کرتے ہیں:

ولد ابو الاسود الدئلی فی الجاھلیة واخذ النحو عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوالاسود دور جاہلیت میں پیدا ہوئے اور انھوں نے علم نحو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔

مفتاح السعادہ میں ہے:

فعلم من ھذہ الروایات ان اول من وضع النحو ابو الاسود اخذہ عن علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ابوالاسود نے علم نحو کی وضع کی اور اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔

ابن خلدون کہتے ہیں:

اول من کتب فیھا ابو الاسود الدئلی من بنی کنانة ویقال باشارة علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،

جس نے سب سے پہلے صناعت نحو میں لکھا وہ ابوالاسود دئلی ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کے اشارہ سے یہ کام کیا۔

ثمرات الحیوٰۃ فی طبقات النحاۃ میں ہے:

اول من وضع النحو باب مدینة العلم الذی طلعت کلماته البلیغة فی المشارق والمغارب طلوع النجم فی الغیاھب علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھه الکریم ۔

جنھوں نے سب سے پہلے نحو کی بنیاد ڈالی وہ باب مدینۃ العلم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جن کے کلمات بلیغہ مشارق ومغارب میں اس طرح روشن ہیں جیسے تاریکیوں میں ستارے روشن ہوتے ہیں۔

المسالک البہیۃ میں ہے:

وواضع آن ابوالاسود دئلی است کہ بامر جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ این علم را وضع نمود وازیں جا است کہ ہرگاہ جناب ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسم وفعل وحرف وقدرے از اعراب بدو آموختہ فرمودند: انح ھذا النحو یا ابا الاسود، مسمی بنحو گردید۔

علم نحو کے واضع ابوالاسود دئلی ہیں کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حکم سے اس علم کو وضع کیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اسم وفعل وحرف اور کچھ اعراب سکھائے تو فرمایا: انح ھذا النحو یا ابا الاسود" اس وجہ سے اس علم کا نام نحو ہوا۔

''درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو'' اور ''اخبار نحات'' وغیرہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

ان تمام باتوں سے واضح طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ قابل اعتماد اور مشہور قول یہی ہے

کہ علم نحو کے بانی و موسس امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ نے نحو کے قواعد حضرت ابوالاسود کو تعلیم فرمائے اور آپ ہی کی رہنمائی میں انھوں نے نحوی قواعد کی وضع و ترتیب کی۔

چنانچہ صاحب ''ثمرات الحیوۃ'' اس موقف کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وذلك مشهور بحيث لا يكون للانكار سبيل اليه ولا يسوغ الاعتماد الاعليه۔

یہ اتنا مشہور ہے کہ نہ اس کے انکار کا کوئی راستہ ہے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے قول پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

مورخین اور تذکرہ نگاروں نے ایجاد نحو کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے عربی زبان میں فساد واقع ہونے کی بنا پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تدوین نحو کا خیال پیدا ہوا، اور آپ نے ایک رقعہ پر چند ابتدائی اصول لکھ کر حضرت ابوالاسود کو عطا فرمائے اور انھیں اسی انداز پر مزید قواعد جمع کرنے کا حکم دیا، آپ کے تحریر کردہ رقعہ کا مضمون یہ تھا:

الكلام كله اسم وفعل وحرف، والاسم ما انبأ عن المسمى۔ والفعل ما انبئ به والحرف ما افاد معنى۔

ابوالاسود نے آپ کے حکم کے مطابق اصول نحو جمع کرنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ کافی مجموعہ تیار ہو گیا۔ حضرت ابوالاسود تفصیلی طور پر اس ماجرے کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

دخلت على امير المومنين على ابن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنه فوجدت فى يده رقعة فقلت ما هذه يا امير المومنين فقال انى تاملت كلام العرب فوجدته قد فسد بمخالطة هذه الحمراء يعنى الاعاجم فاردت ان اضع شيئا يرجعون اليه ويعتمدون عليه ثم القى الى الرقعة وفيها مكتوب الكلام كله اسم وفعل وحرف فالاسم ما انبأ عن المسمى والفعل ما انبئ به والحرف ما افاد معنى وقال انح هذا النحو واضف اليه ما وقع اليك۔

میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس آیا تو میں نے آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ پایا، میں نے پوچھا امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے کلام عرب میں غور کیا تو محسوس کیا کہ اس میں عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے فساد واقع ہونے لگا ہے، لہٰذا میں نے سوچا کہ کچھ ایسے اصول وضع کر دوں جن کی طرف لوگ رجوع کریں اور ان پر اعتماد کریں، پھر آپ نے وہ رقعہ مجھے عطا فرمایا جس میں لکھا ہوا تھا۔ الكلام كله اسم وفعل وحرف۔ فالاسم ما انبأ عن المسمى والفعل ما انبئ به والحرف ما افاد معنى۔

اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اسی طریقہ کی پیروی کرو اور جو بات تمہارے ذہن میں آئے اس میں اضافہ کر دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت ابوالاسود نے اس طرح قواعد نحو کی ترتیب شروع کر دی کہ لوگوں کی گفتگو میں جو نحوی غلطی سنتے اس کی اصلاح کے لئے ایک قاعدہ وضع کر دیتے۔

چنانچہ ایک بار آپ کے سامنے آپ کی بیٹی نے ''ما احسنُ السماء'' کہا، آپ نے جواب دیا: بنجومها۔ اس نے کہا: میرا مقصد یہ نہیں تھا، بلکہ میرا مقصد آسمان کے حسن پر تعجب کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقصد کے لئے تمہیں '' ما احسنَ السماءَ '' کہنا چاہئے تھا۔

اس غلطی کو سنکر ابوالاسود نے باب التعجب اور باب الاستفہام کے قواعد وضع فرمائے تا کہ تعجب و استفہام کے درمیان التباس نہ ہو۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ ابوالاسود نے سب سے پہلے باب تعجب ہی کو وضع کیا تھا۔

چنانچہ نزہۃ الالبا میں ہے:

واول ما رسم منه باب التعجب ۔ سب سے پہلے باب تعجب تحریر کیا۔

المسالک البہیہ کے ضمیمہ میں ہے:

واولا باب تعجب وضع کردہ۔ پہلے باب تعجب وضع کیا۔

اسی طرح ایک بار کسی شخص کو '' توفى ابانا وترك بنون'' یعنی فاعل کو منصوب اور مفعول بہ کو مرفوع بولتے ہوئے سنا تو باب فاعل و مفعول کے قواعد مرتب کئے۔ اسی طرح '' ان

"اللہ بری من المشرکین و رسولُہ" کے بجائے "ورسولِہ" سن کر باب عطف تحریر کیا۔

غرض کہ اسی طرح حسب ضرورت قواعد نحو تحریر فرماتے رہے۔ مگر علم نحو میں کوئی نیا باب لکھتے تھے تو اس کو اصلاح کے لئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

وکنت کلما وضعت بابا من ابواب النحو عرضته علیه رضی الله تعالیٰ عنه۔

جب میں نحو کا کوئی باب وضع کرتا تھا تو اسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔

جب باب "ان واخواتها" لکھ کر حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا تو اس میں لکن شامل نہیں تھا، حضرت علی نے حکم دیا کہ لکن کو بھی اس باب میں شامل کیا جائے، چنانچہ آپ نے اس کو بھی اس باب میں شامل کر لیا۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصلاحات و ہدایات کی رہنمائی میں حضرت ابوالاسود نے نحوی قواعد کا کافی بڑا مجموعہ تیار کر لیا جس کو دیکھ کر حضرت علی انتہائی مسرور ہوئے اور فرمایا:

ما احسن هذا النحو الذی قد نحوت۔

آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے اس علم کا نام "علم نحو" رکھا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابوالاسود نے صرف باب تعجب اور باب فاعل ومفعول وضع کیا تھا، دیگر قواعد نحو ابو عمرو عیسٰی بن عمر ثقفی نے اضافہ کئے جیسا کہ "المسالک البہیہ" کے ضمیمہ میں ہے:

گویند ابوالاسود غیر از باب فاعل ومفعول و باب تعجب ہم دو قول دیگر از نحو وضع نہ کردہ و عیسٰی بن عمر ابواب دیگر برآں افزودہ۔

کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے باب فاعل ومفعول اور باب تعجب کے علاوہ دوسرے دو قول بھی نحو کے وضع نہیں کئے بلکہ عیسی بن عمر نے دوسرے ابواب کا اضافہ کیا۔

اس قول کے مطابق مندرجہ بالا تین ابواب کے علاوہ دیگر ابواب نحو کے واضع حضرت عیسی بن عمر قرار پاتے ہیں۔

یہ خیال تاریخی حقائق اور محققین کی تحقیق کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ مورخین نحو نے

اس امر کی صراحت کی ہے کہ حضرت ابوالاسود نے قواعد نحو کا جو مجموعہ بارگاہ شیر خدا میں پیش کیا تھا وہ لسانی ضروریات کے لئے کافی تھا جیسا کہ "نزہتہ الالبا" میں حضرت ابوالاسود سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

الی ان حصلت ما فیه الکفایة۔

میں نے اتنے قواعد جمع کر لئے جو ضرورت کے لئے کافی تھے۔

اس کے علاوہ طبقات نحاۃ پر مشتمل کتابوں میں ابو عمرو عیسی بن عمر ثقفی کو نحاۃ کے طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا گیا ہے، جبکہ طبقہ اولیٰ میں ایسے لوگوں کو داخل کیا گیا ہے جنھوں نے بلا واسطہ حضرت ابوالاسود سے علم نحو حاصل کیا، اگر باب تعجب اور باب فاعل ومفعول کے علاوہ دیگر ابواب نحو حضرت عیسی بن عمر ثقفی نے وضع کئے ہوتے تو ان کا شمار طبقہ ثانیہ کے بجائے واضعین نحو میں ہونا چاہئے تھا۔

لہذا قابل اعتماد اور صحیح یہی ہے کہ واضع علم نحو حضرت ابوالاسود دئلی ہی ہیں۔

حضرت ابوالاسود کے بعد ان کے تلامذہ نے اس فن کی تدوین واشاعت میں بھرپور کوشش کیں اور درجہ بدرجہ اسے ترقی کی منزلوں تک پہونچایا۔ پھر یحیی بن عمر کے شاگرد عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ نے نحو کے اسباب وعلل بیان کئے۔

علم نحو پر پہلی کتاب لکھنے کا شرف ابو عمرو عیسی بن عمر ثقفی متوفی ۱۴۹ھ کو حاصل ہوا، انھوں نے "الاکمال" اور "الجامع" نام کی دو کتابیں تحریر کیں جو نحو میں سب سے پہلی تصنیف ہیں علم نحو کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے ضبط کرنے کا کام ہارون بن موسی متوفی ۱۷۰ھ نے کیا۔

مسائل نحو کو ابواب کے تحت مرتب ومہذب کرنے کی خدمت سیبویہ نے انجام دی اور انھوں نے اس علم میں ایک جامع کتاب لکھی جس میں پہلی بار نحوی قوانین کو ابواب کے تحت مرتب کیا گیا۔

اس کتاب کو لوگوں کی نظر میں وہ مقام واحترام حاصل ہوا کہ انھوں نے اس کا نام ہی "الکتاب" رکھ دیا اور بعد کے تمام نحویوں کا ماخذ یہی کتاب بنی۔

سیبویہ کے دور میں نحویوں کے اندر بصری، کوفی، دو مختلف مکتب فکر پیدا ہو گئے اور دونوں فریقوں کی جانب سے اپنے مذہب کے اثبات اور دوسرے کے ابطال میں کثرت سے

دلائل وبراہین پیش کئے جانے لگے جس سے علم نحو نے انتہائی طوالت ووسعت اختیار کرلی۔

جب بغداد اور اندلس کو عروج حاصل ہوا اور یہ دونوں مقامات مرجع علماء وفضلاء اور مرکز علوم وفنون بن گئے تو یہاں کے علمائے ادب نے بصری وکوفی مذاہب کو خلط ملط کر کے نئے مذاہب کی داغ بیل ڈالی جو بغدادی اور اندلسی کہلائے، مگر یہ مذاہب اپنے تشخصات وخصوصیات کے ساتھ دیرپا وجود اور دائمی رواج وشہرت حاصل نہ کرسکے۔

متاخرین نے بصریوں کے مذہب کو اختیار کرکے رواج دیا اور متعلمین کی مشکلات کو مد نظر رکھ کر اختصار پسندی کی راہ اپنائی اور ایجاز واختصار کے ساتھ نحوی قواعد ومسائل ترتیب دیئے

بعض نحاۃ نے علم نحو میں منطقی انداز استدلال اختیار کیا اور ایسے فلسفیانہ علل واسباب اور قیاسات ودلائل استخراج کئے جس سے علم نحو ایک فلسفیانہ علم بن گیا۔

علم نحو کی تقریباً پونے چودہ سو سالہ تاریخ میں عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کو قسم قسم کے حالات اور طرح طرح کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، مگر اس علم سے علماء کی دلچسپی ہر دور میں برقرار رہی، ہر زمانے کے ارباب علم وفضل نے اس کی ترقی واشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور ہر قسم کے حالات میں علم نحو مسلسل عروج وارتقاء کی منزلیں طے کرتا رہا۔

مختلف ادوار میں علم نحو کی مرحلہ وار ترقی کی اجمالی تاریخ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

عہد بنوامیہ ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ

گذشتہ مضمون سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی کہ علم نحو کی بنیاد امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقدس ہاتھوں سے خلافت راشدہ کے مبارک زمانے میں پڑ چکی تھی، خلافت راشدہ کے بعد جب بنوامیہ کا زمانہ شروع ہوا تو عربوں کا حال یہ تھا کہ ان میں اگرچہ علمی شوق کا جذبہ تو پیدا ہو چکا تھا مگر ابھی تک ان کی طبیعتیں علوم کیلئے پوری طرح تیار نہیں ہوئی تھیں، بلکہ مخلصانہ دینی جذبات روز افزوں فتوحات کی مشغولیات اور ذہنوں میں راسخ ادبی رجحانات نے ان کی تمام تر توجہات کو اپنی جانب مشغول کر رکھا تھا، اور انھوں نے صرف ان علوم پر قناعت کر رکھی تھی جو انھیں اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں حاصل ہوئے تھے، اور جنہیں وہ اشد ضروری خیال کرتے تھے، جیسے طب اور نجوم وغیرہ، لیکن جیسے جیسے عجمی حدود میں اشاعت

اسلام اور سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا گیا عجمیوں کے اختلاط سے عربی زبان میں فساد واقع ہونے لگے اور روز بروز نئی نئی لسانی غلطیاں سامنے آنے لگیں جس کی وجہ سے نحو کی ضرورت بھی زیادہ شدید ہوگئی، اس لئے اس دور کے ارباب علم وفضل نے علم نحو کی نشر واشاعت اور ترتیب وتدوین کی جانب بھرپور توجہ کی، اگرچہ علم نحو کو کامل ترقی اور پورا عروج عباسی دور میں حاصل ہوا مگر عہد بنوامیہ میں بھی اس کی ترقی کے لئے برابر کام ہوتا رہا، اسی دور میں عیسیٰ بن محمد ثقفی نے نحو کی سب سے پہلی کتابیں تصنیف کیں۔ اس دور کے بعض مشاہیر نحات یہ ہیں:

(۱) ابوالاسود دئلی

ان کا اصل نام ظالم بن عمرو ہے، بنوکنانہ کے ایک قبیلہ دئل کی نسبت سے دئلی کہلاتے ہیں، کوفہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں نشو ونما پائی اور وہیں انتقال ہوا، انھوں نے علم نحو کی تاسیس اگرچہ خلافت راشدہ کے دور میں کی تھی جس کی تفصیل پہلے گذر چکی، مگر تقریباً اٹھائیس سال دور بنی امیہ میں علم نحو کی خدمت میں مصروف رہے اور ۹۸ھ میں مرض طاعون میں وفات پائی

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة" میں حضرت ابوالاسود کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان من سادات التابعين ومن اكمل الرجال رأيا و اسدهم عقلا شيعيا شاعرا سريع الجواب ثقة فی حديثه روى عن عمر وعلی وابن عباس وابی ذر وغيرهم۔

ابوالاسود کا شمار سادات تابعین میں ہوتا ہے، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ کامل رائے اور صاحب عقل، حضرت علی کے حمایتی، شاعر، حاضر جواب اور حدیث کی روایت میں ثقہ تھے، انھوں نے حضرت علی، عمر، ابن عباس اور حضرت ابوذر وغیرہم سے روایت حدیث کی ہے۔

(۲) عنبسہ ابن معدان الفیل متوفی ۹۳ھ

انہوں نے حضرت ابوالاسود سے علم نحو حاصل کیا، ان کے والد کا نام معدان تھا، ان کے زمانہ میں حاکم بصرہ کے پاس ایک ہاتھی تھا جس کے اخراجات سے وہ پریشان رہتا تھا، معدان نے اس کو اپنے ذمہ لیا اور اس کی غذا میں بتدریج مزید اضافہ کر دیا، اس لئے لوگ ان کو معدان

الفیل کہنے لگے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے عبداللہ بن عامر بن کریز کے ہاتھی کو قتل کردیا تھا جس کی وجہ سے ان کو معدان الفیل کہا جاتا ہے،عنبسہ انھیں کے صاحبزادے ہیں اور انھیں بھی ان کی نسبت سے عنبسۃ الفیل کہہ دیا جاتا ہے۔عنبسہ حضرت ابوالاسود کے تلامذہ میں سب سے زیادہ باصلاحیت اور ذی استعداد تھے،۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۳) میمون الاقرن متوفی ۱۰۱ھ

یہ بھی حضرت ابوالاسود کے تلامذہ میں سے ہیں،بعض لوگ انھیں عنبسہ پر ترجیح دیتے ہیں اور شاگردان ابوالاسود میں سب سے فائق وافضل بتاتے ہیں،جبکہ کچھ لوگوں نے انھیں عنبسہ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔والله اعلم بحقيقه الحال

(۴) نصر بن عاصم لیثی متوفی ۹۸ھ

یہ قدمائے تابعین میں سے ہیں،ادب ونحو میں حضرت ابوالاسود سے نسبت تلمذ حاصل تھی،ابتداء خارجیوں کے مذہب کی جانب مائل تھے،پھر تائب ہوکر راہ حق اختیار کی۔

(۵) عبدالرحمٰن ہرمز بن الاعرج متوفی ۱۱۷ھ

کچھ لوگوں نے انہیں علم نحو کا واضع قرار دیا ہے مگر صاحب ''نزہتہ الالبا'' کے بیان کے مطابق یہ نحو میں حضرت ابوالاسود کے شاگرد ہیں،ہشام بن عبدالملک کے دور میں وفات پائی۔

(۶) ابو بحر عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ

فن قرأت اور عربیت کے امام تھے،سب سے پہلے انھیں نے نحو کے علل واسباب بیان کئے،اسی لئے انکو مبین نحو اور معلل نحو کہا جاتا ہے۔حضرت ابوالاسود کے تلامذہ یحیی بن یعمر اور نصر بن عاصم سے اکتساب علوم کیا،بعہد ہشام بن عبدالملک ۱۱۷ھ میں وفات پائی،صاحب مفتاح السعادہ نے ان کی وفات ۱۲۷ھ بیان کی ہے۔

(۷) ابوسلمان یحیی بن یعمر عدوانی متوفی ۱۲۹ھ

یہ ابوالاسود کے شاگرد تھے،تابعین میں ان کو شمار کیا جاتا ہے۔فقہ،ادب اور نحو میں کامل

مہارت رکھتے تھے،اظہار حق میں نہایت بے باک تھے۔جس کے نتیجہ میں انھیں بارہا حجاج بن یوسف کے عتاب کا نشانہ بننا پڑا،مگر کبھی اس کے ظلم وجبر سے مرعوب نہیں ہوئے اور نہ کبھی اس کے خوف سے حق چھپانے کی کوشش کی،بلکہ اس کے سامنے ہمیشہ حق وصداقت کا برملا اعلان کیا۔آخر حجاج نے عاجز آکر انھیں شہر بدر کردیا اور خراسان بھیجدیا۔خراسان کے حاکم قتیبہ بن مسلم تھے انھوں نے یحیی کو خراسان کا قاضی بنادیا،پھر یہ نیشاپور،مرو،ہرات کے بھی قاضی رہے اور خراسان ہی میں بعہد مروان بن محمد وفات پائی۔

(۸) عطا بن ابوالاسود متوفی ۱۳۰ھ

(۹) ابوالحارث بن ابوالاسود متوفی ۱۳۸ھ

ان کو بعض لوگوں نے ابوحرب بھی کہا ہے یہ دونوں واضع نحو حضرت ابوالاسود کے صاحبزادے اور انہیں کے شاگرد تھے۔علوم عربیہ خصوصاً علم نحو میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔

عہد بنی عباس ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ

حکومت عباسیہ کا زمانہ سلطنت اسلامیہ کا وہ زریں عہد ہے جس میں مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اس قدر ترقی کی جسکی مثال کسی دوسرے دور میں نظر نہیں آتی۔

فنون عربیہ اور علوم اسلامیہ کو بھی اسی دور میں کامل عروج حاصل ہوا،خلفاء وعلماء نے علوم کی نشر واشاعت،ترجمہ وتدوین کے کام میں بھرپور کوششیں کیں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

علم نحو جس کا پودا عہد عباسی سے بہت پہلے لگایا جاچکا تھا،اس دور میں کامل نشو ونما پاکر ایک پھل دار تناور درخت بن گیا اور اس کی شاخیں اطراف عالم میں پھیل گئیں۔

ماہرین علوم وفنون نے علوم کی ترقی کے اعتبار سے عصر عباسی کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ان ادوار کی تحدید مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے کی ہے۔

(۱) پہلا دور:

۱۳۲ھ تا ۲۳۲ھ۔آغاز عصر بنی عصر سے المتوکل کی مسند نشینی تک۔

(۲) دوسرا دور:

از ۲۳۲ھ تا ۳۳۴ھ ۔المتوکل کی خلافت سے دولت بویہ تک۔

(۳) تیسرا دور:

از ۳۳۴ھ تا ۴۴۷ھ ۔آغاز دولت بویہ سے سلاجقہ کی آمد تک۔

(۴) چوتھا دور:

از ۴۴۷ھ تا ۶۵۶ھ ۔سلاجقہ کی آمد سے ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کی تباہی تک۔

ان ادوار میں علم نحو نے عروج وارتقاء کے جو منازل طے کئے ان کی مختصر سی تفصیل دور وار ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا دور

جب خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا تو علم نحو اپنے ارتقائی دور سے گزر رہا تھا اس کے احکام اوراصول وضوابط مرتب کئے جارہے تھے اوراسے کتابوں میں مدون کیا جارہا تھا۔اساتذۂ نحو مساجد میں مجالس درس قائم کرکے دوردراز سے آنے والے تشنگان علوم کواس فن سے روشناس کرارہے تھے۔

بنوعباس نے مسند خلافت پر متمکن ہوکرعلوم وفنون کی سرپرستی اورترویج وترقی میں بے مثال کردارادا کیا اوران کے زیرسایہ دیگرعلوم کی طرح علم نحوکو بھی بے پناہ عروج وارتقاحاصل ہوا۔

ابتدائے خلافت عباسیہ سے المتوکل کی مسندنشینی تک خلافت عباسیہ کا پہلا دورعلم نحو کی ترقی واشاعت کا اصل زمانہ ہے۔اکثر اصحاب مذہب ائمہ نحات اسی دور کی پیداوار ہیں اسی دور میں علم نحو کی تبویب وتہذیب کی گئی

اس زمانہ میں علمائے نحو دور دور ملکوں میں پھیل گئے،کثرت کے ساتھ نحوی تصنیفات معرض تحریر میں آئیں اور چاردانگ عالم میں نحو کی دھوم ہوگئی۔خلفائے وقت کے درباروں میں نحوی مسائل پر مباحثے ہونے لگے اورعلمی مجالس میں ان کی تنقیح وتدقیق پر مناظروں کا بازار گرم ہوگیا۔

مسائل وقواعد کودلائل وبراہین سے آراستہ کیا گیا،اسباب وعلل بیا ن کئے گئے اورکلام عرب میں تحقیق وتفتیش کرکے نئے نئے مسائل کا استخراج کیا گیا۔

اس طرح اس دور میں علم نحو نے نہایت ہی وسعت وہمہ گیری حاصل کر لی،اسی زمانہ میں ابومسلم ہزا(متوفی ۱۸۷ھ) نے علم صرف کوعلم نحو سے الگ کرکے ایک مستقل فن کی حیثیت عطا کی ورنہ اس سے پہلے مسائل صرف بھی علم نحو میں شامل تھے،لہذا نحوکوعلم صرف سے امتیاز وتشخص بھی اسی دور میں حاصل ہوا۔

بصری وکوفی مکاتب فکر

خلافت عباسیہ کے اسی دور میں عربی ادب ونحو کے دو مشہور مکاتب فکر،،بصرہ،،اورکوفہ عالم وجود میں آئے۔

اردوادب میں دلی اورلکھنو کے اختلافات کی جوحیثیت ہے وہی حیثیت عربی ادب میں بصری وکوفی اختلافات کی ہے۔

گذشتہ مضمون سے معلوم ہو چکا ہے کہ واضع نحو حضرت ابوالاسود دئلی بصرہ کے حاکم و والی تھے نیز معلل قوانین نحوعبداللہ بن ابی اسحٰق حضرمی،ضابط نحو ہارون بن موسی کتب نحویہ کے پہلے مصنف عیسی بن عمر ثقفی اورنحوی مسائل کوسب سے پہلے ابواب کے تحت مرتب ومہذب کرنے والے سیبویہ یہ سارے حضرات بصرہ ہی سے تعلق رکھنے والے تھے،اس طرح نحو کی ایجاد وتدوین تصنیف وترتیب اورتہذیب واشاعت میں اولیت وفضیلت کا شرف اہل بصرہ ہی کوحاصل ہوا۔اہل بصرہ کی مساعی سے جب یہ علم بصرہ اورقرب جوار کے علاقہ میں پوری طرح سے رائج ومعروف ہوگیا تو اہل کوفہ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

انھوں نے اہل بصرہ سے نحو کی تعلیم حاصل کی اور جب اس کے اصول وضوابط اوررموز واسرار پر پوری طرح حاوی ہوگئے تو اس کی تعلیم وتدریس۔تدوین وتعلیل اورشرح وتفصیل میں بصریوں کی برابری اوران سے مقابلہ کرنے لگے جس کی وجہ سے دونوں فریقوں میں کشمکش اورباہمی آویزش کا آغاز ہوگیا۔

اہل کوفہ نے بصریوں کے اصول سے الگ کچھ نئے اصول وضوابط وضع کئے اوران سے ایسے مسائل کا استخراج کیا جو اہل بصرہ کے مقرر کردہ قواعد کے خلاف تھے۔بس یہیں سے اہل کوفہ کا بصریوں سے الگ ایک نیا مذہب عالم وجود میں آیا اس طرح نحو کے دوجداگانہ دبستان خیال تیار ہوگئے۔ایک بصری جس کے امام سیبویہ ہیں اوردوسرا کوفی جس کے امام کسائی ہیں۔

دونوں مکاتب فکر کے علماء نے نحو کی اشاعت وترقی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے اپنے مذہب کے اثبات کے لئے جدا جدا دلائل پیش کئے۔

بصری وکوفی اختلافات کی بنیاد

نحوی قواعد میں بصریوں اور کوفیوں کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ بصری سماع کو ترجیح دیتے ہیں اور نہایت سختی کے ساتھ روایات کی پیروی کرتے ہیں، سماع کے مقابلہ میں قیاسات اور عقلی دلائل کا کوئی اعتبار نہیں کرتے، صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے ہیں، ان کے وضع کردہ اکثر وبیشتر قواعد سماع پر مبنی ہیں، اس کے برخلاف کوفی قیاسات اور عقلی دلائل کو ترجیح دیتے ہیں اور انہیں کے مطابق اپنے قواعد وضع کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر تنازع فعلان کے باب میں بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا اولی ہے جبکہ کوفی فعل اول کو عمل دینا بہتر سمجھتے ہیں۔

کوفیوں کی دلیل یہ ہے کہ معمول کے طلبگار دونوں فعلوں میں پہلے فعل کو اولیت حاصل ہے اور فعل ثانی سے پہلے اسے مطلوب کی احتیاج ہے۔ لہذا اس کی اولیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کو عمل دینا اولی ہو۔

نیز دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے، مگر جب پہلے فعل کو عمل دیا جائے تو یہ محذور لازم نہیں آتا۔ لہذا پہلے ہی فعل کو عمل دینا بہتر ہوگا۔

بصری کہتے ہیں کہ قرآن پاک اور فصحاء عرب کے کلام میں اکثر وبیشتر فعل ثانی کو عمل دیا جاتا ہے، جیسے کہ قرآن پاک میں ہے: ''ھاؤم اقرؤا کتابیہ'' اس میں فعل ثانی ''اقرؤا'' کو عمل دیا گیا ہے، اگر فعل اول کو عمل دیا جاتا تو ''اقرؤہ'' فرمایا جاتا، کیونکہ اعمال اول کے وقت فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لانا مختار ہے، اسی طرح ''آتونی افرغ علیہ قطرا'' میں فعل ثانی کو عمل دیا گیا ہے ورنہ ''افرغہ'' فرمایا جاتا۔ ایسے ہی مندرجہ ذیل شعر میں بھی فعل ثانی کو ہی عمل دیا گیا ہے:

وکمتا مدماۃ کان متونھا
جری فوقھا واستشعرت لون مذھب

اس شعر میں ''لون مذھب'' کو ''استشعرت'' کا مفعول بتایا گیا ہے اور ''جری'' کا فاعل ضمیر مرفوع متصل کو قرار دیا گیا ہے جو اس میں پوشیدہ ہے۔

لہذا جب اہل عرب اپنے محاورات میں زیادہ تر فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں تو اسی کو عمل دینا بہتر ہے۔

اس طرح کوفی اپنے مذہب کی بنیاد قیاس وعقل پر رکھتے ہیں اور بصری سماع کو ترجیح دیتے ہیں اور کلام عرب سے قواعد کا استنباط کرتے ہیں۔

بصری کوفی اختلاف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل بصرہ صرف خالص اور فصیح عربوں کو قابل سند سمجھتے ہیں اور نحوی قواعد کے لئے انھیں کی زبان کو ماخذ بناتے ہیں۔

اس کے برعکس اہل کوفہ دیہات اور قبائل کو بھی لائق استناد سمجھتے ہیں جن کی فصاحت بصریوں کے نزدیک غیر مسلم ہے، بلکہ بقول بعض نحات کسائی شواذ تک کو اصل قرار دیکر اس سے قواعد وضع کر لیتے تھے۔

چنانچہ ابن درستویہ کہتے ہیں:

کان الکسائی یسمع الشاذ الذی لا یجوز الا فی الضرورۃ فیجعله اصلا فیقیس علیه۔

کسائی اس شاذ کو بھی سن لیتے تھے جو بغیر ضرورت جائز نہیں، تو اسی کو اصل بنا کر اس پر قیاس کر لیتے تھے۔

عباسی خلفاء کی جانبداری

ادبی مہارت، علمی وسعت اور نحوی قابلیت میں اہل بصرہ اہل کوفہ سے بدرجہا فائق وبرتر تھے۔ اختلافی مسائل میں ان کا مذہب زیادہ مستند اور عربی روایات کے مطابق تھا۔ نیز نحو کی تدوین وترقی میں بھی ان کو نہ صرف اولیت حاصل تھی بلکہ اہل کوفہ کے مقابلہ میں ان کی نحوی خدمات بھی زیادہ تھیں۔ مگر سیاسی مصالح کی بنا پر خلفائے بنو عباس نے اہل کوفہ کو ترجیح دی۔ انہیں اپنے درباروں میں خصوصی قرب اور اعزاز واکرام سے نوازا اور اعلی مقامات دیئے۔ اپنے بچوں کا استاذ واتالیق مقرر کیا اور اختلافیات میں ان کی بے جا جانبداری کرتے ہوئے ان کے ہر قول ونظریہ کی تائید وحمایت کی جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار بغداد میں کسائی و

سیبویہ کے درمیان بحث چھڑ گئی، کسائی نے کہا کہ عرب کہتے ہیں:

كنت اظن ان الزنبور اشد لسعة من النحلة فاذا هو ايا ها ۔

سیبویہ نے اس کی تغلیط کی اور کہا کہ صحیح "فاذا هو هی" ہے، بات بڑھ گئی اور بالآخر یہ طے ہوا کہ اس قضیہ کا فیصلہ کسی ایسے اعرابی سے کرایا جائے جس کی زبان خالص اور اختلاط سے پاک ہو۔

امین کو اس سارے ماجرے کی اطلاع مل گئی، اس نے ایک اعرابی کو بلایا اور اس سے اس مثل کے بارے میں دریافت کیا، اعرابی نے سیبویہ کی تائید کی اور کسائی کے موقف کو غلط بتایا، کسائی چونکہ نہ صرف امین بلکہ مامون اور ہارون رشید کے بھی استاد تھے اس لئے امین نے اس سے کسائی کی تائید کرنے کو کہا، اعرابی نے انکار کیا اور کہا کہ میری زبان پر غلط مثل جاری نہیں ہوسکتی، امین کو ہر حال میں کسائی کی پاسداری منظور تھی، اس نے اعرابی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ تم اپنی زبان سے غلط مثل ادا نہ کرنا بلکہ کوئی شخص تمہارے سامنے دونوں موقف بیان کر کے یہ سوال کریگا کہ دونوں میں سے کس کا موقف درست ہے تم کسائی کا موقف درست بتا دینا۔

اعرابی اس تجویز پر راضی ہوگیا، آخر مجلس فیصلہ منعقد کی گئی، بغداد کے ائمۂ نحو، فضلائے ادب، ماہرین علوم اور طلبا وعوام کا ہجوم جمع ہوگیا، خود امین بھی موجود تھا، اعرابی بھی اپنے وقت پر حاضر ہوگیا۔

اعرابی کے سامنے دونوں کے موقف بیان کر کے فیصلہ طلب کیا گیا، انھوں نے طے شدہ معاملہ کے مطابق کسائی کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے "فا ذا هوا يا ها" کو صواب بتادیا۔ سیبویہ کو سارے مجمع میں انتہائی ندامت اٹھانا پڑی اور اسی احساس ندامت میں وہ بغداد کو چھوڑ کر فارس کی طرف روانہ ہوگئے۔

دنیائے نحو میں اہل کوفہ کو جو شہرت وناموری حاصل ہوئی اس میں ان کی ذاتی قابلیت و صلاحیت کو اتنا دخل نہیں جتنا خلفائے عباسی کی اس سرپرستی وحمایت کو ہے، انہیں کی اس قسم کی بیجا طرفداری کی بنا پر اہل کوفہ کا مذہب شائع ہوا اور نہ نحو کی ترقی کے حقیقی ضامن اہل بصرہ ہی ہیں۔ اگر کوفیوں کو بنو عباس کی سرپرستی وتائید حاصل نہ ہوتی تو انھیں نحو کے میدان میں اتنی شہرت کبھی نہیں ملتی اور نہ کتابوں میں ان کے اقوال نقل کئے جاتے۔

اس لئے خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد اہل کوفہ کا مذہب بھی انحطاط پذیر ہوگیا، اور اس کے متبعین کی تعداد کم ہوتے ہوتے تقریباً بالکل ہی معدوم ہوگئی، متاخرین نے بصری مذہب کو اساسی حیثیت دی اور اسی کے مطابق کتابیں تصنیف کیں۔

موجودہ زمانے میں جو نحوی کتابیں متداول ومروج ہیں وہ سب بصریوں کے مذہب پر ہی ہیں، صرف اختلاف بتانے کے لئے کہیں کہیں کوفیوں کے اقوال نقل کردیئے جاتے ہیں۔

بصری وکوفی اختلافات کے چند نمونے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمونہ کے طور پر بصریوں اور کوفیوں کے مابین مختلف فیہ چند مسائل بھی تحریر کردئے جائیں تا کہ ناظرین کے سامنے ان کے اختلافات کی صحیح نوعیت پوری طرح سے منکشف ہوجائے۔

پہلا نمونہ

مذہب بصریین

جب اسم اور لقب دونوں مفرد ہوں اور جملہ میں ایک ساتھ استعمال ہوں تو اسم کو لقب کی جانب مضاف کرنا واجب ہے۔

مذہب کوفیین

صورت مذکورہ میں اسم کو لقب کی جانب مضاف بھی کر سکتے ہیں اور لقب کو اعراب میں اسم کا تابع کرنا بھی جائز ہے۔

لہذا البصریوں کے مذہب پر هذا سعید کرز، رأیت سعید کرز، مررت بسعید کرز، کہنا واجب ہے۔ اور کوفیوں کے مذہب پر۔ سعید کرز، سعید اکرزا، سعید کرز، کہنا بھی جائز ہے

دوسرا نمونہ

مذہب بصریین

فاعل ہمیشہ اپنے فعل یا شبہ فعل کے بعد ہی آتا ہے، اس کو فعل یا شبہ فعل سے پہلے لانا کسی

صورت میں بھی جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

فاعل، فعل یا شبہ فعل سے پہلے بھی لایا جاسکتا ہے۔

لہذا زید قام میں بصریوں کے نزدیک قام کا فاعل ضمیر ھو ہے جو قام میں پوشیدہ ہے اور زید کی طرف راجع ہے، زید کو تقدم کی وجہ سے اس کا فاعل نہیں بنایا جاسکتا۔

مگر کوفیوں کے نزدیک قام کا فاعل زید ہی ہے۔ اسی طرح الزیدان قاما۔ اور الزیدون قاموا ۔میں بصریوں کے نزدیک قاما کا فاعل ضمیر الف اور قاموا کا فاعل ضمیر واؤ ہے، اسی بنا پر ان کے نزدیک ان دونوں مثالوں مین فعل کو تثنیہ اور جمع لانا واجب ہے۔ کیونکہ جب فاعل ضمیر ہو تو اس کے ساتھ فعل کی مطابقت ضروری ہوتی ہے۔

کوفیوں کے نزدیک ان دونوں مثالوں میں الزیدان اور الزیدون فاعل ہیں، اسی وجہ سے ان کے یہاں ان دونوں مثالوں میں فعل کو واحد لانا واجب ہوگا، اور الزیدان قام اور الزیدون قام ۔کہا جائے گا، کیونکہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد آتا ہے۔

تیسرا نمونہ

مذہب بصریین

جب فعل مجہول کے بعد مصدر، ظرف اور جار مجرور کے ساتھ مفعول بہ بھی مذکور ہو تو اسی کو فاعل کا قائم مقام بنانا واجب ہوگا۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے معمول کو فاعل کا قائم مقام بنانا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

مفعول بہ کے موجودگی میں مصدر یا ظرف یا جار مجرور کو بھی فاعل کا قائم مقام بنانا جائز ہے۔

لہذا" ضرب زید ضربا شدیدا یوم الجمعة امام الامیر فی داره ''میں بصریوں کے نزدیک زید ہی کو رفع دینا واجب ہے، اور کوفیوں کے نزدیک۔'' زید ضرب یوم امام '' کسی بھی ایک کو رفع دیا جاسکتا ہے۔

چوتھا نمونہ

مذہب بصریین

جب خبر اسم جامد ہو اور معنی مشتق کو متضمن ہو جیسے زید اسد بمعنی شجاع تو وہ ضمیر کی حامل ہوگی اور جب معنی مشتق کو متضمن نہ ہو تو حامل ضمیر نہیں ہوگی۔

مذہب کوفیین

خبر اسم جامد ہر حال میں ضمیر کی حامل ہوگی، چاہے معنی مشتق کو متضمن ہو یا نہ ہو۔

لہذا بصریوں کے نزدیک زید اسد میں اسد ضمیر کا حامل ہوگا، کیونکہ وہ شجاع کے معنی میں ہے اور معنی مشتق کو متضمن ہے، اس لئے اس جملہ کی تقدیر زید اسد ھو ہوگی، مگر زید اخوك میں اخوك حامل ضمیر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ معنی مشتق کو متضمن نہیں ہے۔

کوفیوں کے نزدیک اسد کی مثل اخوك بھی حامل ضمیر ہوگا اور زید اخوك کی تقدیر بھی زید اخوك ھو ہوگی۔

پانچواں نمونہ

مذہب بصریین

جب خبر غیر مشتق من ھو لہ پر جاری کی جائے تو مشتق کی ضمیر کو ظاہر کرنا واجب ہے، چاہے ضمیر کے بغیر التباس کا خوف ہو جیسے زید عمرو ضاربه ھو۔ یا ضمیر کے بغیر التباس کا خوف نہو، جیسے زید هند ضاربها ھو۔

مذہب کوفیین

صرف التباس کا خوف ہونے کی صورت میں ضمیر کا ظاہر کرنا واجب ہے، التباس کا خوف نہ ہونے کے وقت ضمیر کا ظاہر کرنا اور پوشیدہ رکھنا دونوں جائز ہیں۔

بصریوں کے نزدیک دونوں مثالوں میں ھو لانا واجب ہے، مگر کوفیوں کے نزدیک صرف مثال اول میں ھو لانا واجب ہے مثال ثانی میں نہیں۔

چھٹا نمونہ

مذہب بصریین

خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے موخر ہو مگر جب خبر کو مبتدا سے پہلے لانے میں التباس کا خوف نہ ہو تو اسے مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے قائم زيد۔ قام ابوه زيد ۔ ابوه منطلق زيد۔ في الدار زيد ۔ عندك عمرو ۔ زيد قائم ۔

مذہب کوفیین

زيد قائم ،زيد قام ابوه، زيد ابوه منطلق ۔

جیسے جملوں میں خبر کہ مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں۔

بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ بصریوں کے نزدیک جس خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے کوفی اس کی تقدیم کو مطلقا ناجائز قرار دیتے ہیں۔ یہ نقل درست نہیں ہے، کیونکہ في داره زيد کے جواز پر بصری اور کوفی دونوں کا اجماع منقول ہے۔

اسی طرح ابن شجری کا یہ قول بھی صحیح نہیں کہ جب خبر جملہ ہو تو مبتدا پر اسکا مقدم کرنا فریقین کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

ساتواں نمونہ

مذہب بصریین

حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو نصب اور خبر کو رفع کرتے ہیں، لہذا ان کا عمل جملہ اسمیہ کے دونوں جزؤں میں جاری ہوتا ہے۔

مذہب کوفیین

حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ کے صرف ایک جز یعنی مبتدا میں عمل کرتے ہیں خبر میں انکا کوئی عمل نہیں ہوتا بلکہ اس پر وہی رفع باقی رہتا ہے جو ان کے دخول سے قبل تھا۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر دونوں مذہبوں پر مرفوع ہی ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ بصریوں کے نزدیک اس کا رفع حروف مشبہ بالفعل کا اثر ہوتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک خبر مبتدا ہونے کی بنا پر۔

آٹھواں نمونہ

مذہب بصریین

جب افعال ناقصہ کی خبر اسم سے موخر ہو تو ظرف اور جار مجرور کے علاوہ خبر کے کسی دوسرے معمول کو اسم سے مقدم کرنا جائز نہیں ۔

مذہب کوفیین

صورت مذکورہ میں ظرف اور جار مجرور کی طرح خبر کے دوسرے معمولوں کو بھی اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔

لہذا ”کان عندك زيد مقيما“ اور ”کان فيك زيد راغبا“ دونوں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں۔ اور ”کان طعامك زيد آكلا“ کوفیوں کے نزدیک جائز اور بصریوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

یہ مذہب امام نحاۃ بصرہ سیبویہ کا ہے، بعض بصری کوفیوں کی طرح ہر معمول کی تقدیم جائز قرار دیتے ہیں۔

نواں نمونہ

مذہب بصریین

تمیز ہمیشہ نکرہ ہی آتی ہے اس کو معرفہ لانا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

تمیز کو معرفہ لانا بھی جائز ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ طبت النفس یا قیس جیسی مثالوں میں الف لام کو بصری زائد قرار دیتے ہیں اور کوفی غیر زائد برائے تعریف۔

دسواں نمونہ

مذہب بصریین

افعال قلوب متصرفہ جب ابتدا میں واقع ہوں تو ان کا عمل کرنا واجب ہے، الغاء جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

ابتدا میں آنے کی صورت میں بھی افعال قلوب متصرفہ کا الغاء جائز ہے

لہذا بصریوں کے نزدیک" ظننت زیدا قائماً" کہنا واجب ہے اور کوفیوں کے مذہب پر" ظننت زید اقائما۔ ظننت زید قائم" دونوں طرح بولنا جائز ہے۔

گیارھواں نمونہ

مذہب بصریین

نکرہ کی تاکید لانا جائز نہیں چاہے نکرہ محدودہ ہو جیسے" یوم ، لیلة ، شھر ، یا غیر محدودہ ہو جیسے" زمن ،حین"

مذہب کوفیین

نکرہ اگر محدودہ ہو تو اس کی تاکید لانا جائز ہے۔ جیسے" صمت شھرا کله ۔

بارھواں نمونہ

مذہب بصریین

تثنیہ کی تاکید صرف نفس، عین اور کلا وکلتا کے ساتھ لائی جاسکتی ہے، ان کے علاوہ کسی دوسرے تاکیدی لفظ کے ساتھ تثنیہ کی تاکید لانا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی تثنیہ کی تاکید لانا جائز ہے۔ جیسے

جاء الجیشان اجمعان اور جاء القبیلتان جمعاوان ۔

تیرھواں نمونہ

مذہب بصریین

ھو اور ھی فتح پر مبنی ہیں۔

مذہب کوفیین

ھو ضمہ پر مبنی ہے اور ھی کسرہ پر۔

اس اختلاف کا مبنیٰ یہ ہے کہ ھو میں واؤ اور ھی میں یا کوفیوں کے نزدیک اشباع کے لئے ہے اور بصری انھیں کلمہ کا جز قرار دیتے ہیں۔

چودھواں نمونہ

مذہب بصریین

ضرورت کے وقت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن منصرف کو غیر منصرف کے حکم میں کرنا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

جس طرح ضرورت کے وقت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے اسی طرح منصرف کو غیر منصرف کے حکم میں کرنا بھی جائز ہے۔

پندرھواں نمونہ

مذہب بصریین

من کے زائد ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) اس کا مجرور نکرہ ہو (۲) وہ کلام غیر موجب میں واقع ہو، جیسے: ما جاء نی من احد ۔

مذہب کوفیین

من کے زائد ہونے کے لئے صرف اس کے مجرور کا نکرہ ہونا شرط ہے لہذا اس شرط کے ساتھ کلام موجب میں بھی اس کی زیادتی جائز ہے۔

ان چند مثالوں سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بصریوں اور کوفیوں کے درمیان جو اختلافات واقع ہوئے وہ کس قسم کے ہیں اور عربی ادب پر ان سے کیا نتائج واثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض مسائل میں ایک ہی مذہب کے نحات کے درمیان بھی باہمی اختلاف پایا جاتا ہے۔

جیسے کہ لولای ۔ لولاك۔ لولاہ۔ وغیرہ کے بارے میں امام نحات بصرہ سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ لولا حرف جر ہے جو صرف ضمیر ہی میں عمل کرتا ہے، لہذا یہ ساری ضمیریں محل جر

میں ہیں۔ مگر اخفش کہتے ہیں کہ یہاں لو لا غیر عامل ہے اور اس کی مدخول ضمیریں ابتدا کے سبب محل رفع میں ہیں ۔ ان کے برخلاف مبرد کا کہنا ہے کہ یہ تراکیب کلام عرب میں سرے سے مستعمل ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ اخفش و مبرد بصری مکتب فکر کے ائمہ عمائدین میں سے ہیں۔

اسی طرح ''ان'' نافیہ کے بارے میں کسائی وغیرہ اکابر کوفیہ کا مسلک یہ ہے کے کہ وہ لیس کا عمل کرتا ہے مگر فرا اس کو غیر عامل قرار دیتے ہیں حالانکہ فرا بھی کوفی دبستان خیال کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس طرح کے باہمی اختلافات کتب نحو میں جا بجا منقول ہیں، اس قسم کے اختلافات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ سب لوگ الگ الگ مذہب کے بانی و علم بردار ہیں درست نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انکا آپسی اختلاف وہی نوعیت و حیثیت رکھتا ہے جو فقہی مسائل میں ایک ہی مذہب کے فقہائے کرام کے باہمی اختلافات کی ہے۔

اس دور کے مشاہیر نحات

عہد عباسی کے پہلے دور سے متعلق علم نحو کی تفصیلات پڑھنے کے بعد اب اس دور کے بعض مشاہیر نحات کی فہرست ملاحظہ فرما۔

ابو عمرو بن العلا مازنی	متوفی ۱۵۴ھ
ابو معاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن التمیمی	متوفی ۱۶۴ھ یا ۱۷۰ھ
ضابط نحو ہارون بن موسی	متوفی ۱۷۰ھ (تقریبا)
ابو عبدالرحمٰن خلیل بن احمد ازدی فراہیدی	متوفی ۱۷۵ھ
اور عمرو بن عثمان بن قنبر سیبویہ (امام المتقدمین)	متوفی ۱۸۰ھ
یونس بن حبیب بصری	متوفی ۱۸۳ھ
ابو مسلم معاذ بن مسلم ہرا کوفی	متوفی ۱۸۷ھ
ابوالحسن علی بن حمزہ اسدی کسائی (امام الکوفیین)	متوفی ۱۸۹ھ
ابو جعفر محمد بن ابی سارہ رواسی کوفی	متوفی
ابو محمد یحیی یزیدی بصری	متوفی ۲۰۲ھ
ابوالحسن نضر بن شمیل بصری	متوفی ۲۰۳ھ
ابو علی محمد بن مستیز قطرب بصری	متوفی ۲۰۶ھ

ابو زکریا یحیی بن زیاد فرا کوفی	متوفی ۲۰۷
ابو صالح بن اسحاق جرمی بصری	متوفی ۲۲۵ھ
محمد زیاد معروف بہ ابن الاعرابی کوفی	متوفی ۲۳۰ھ
ابو عمرو اسحاق بن مرار شیبانی	متوفی ۲۱۳ھ
ابوالحسن سعید بن مسعدہ مجاشعی اخفش بصری	متوفی ۲۱۵ھ

دوسرا دور

عربی ادب کا یہ دور المتوکل کی تخت نشینی ۲۳۲ھ سے شروع ہو کر دولت بویہ کی ابتدا ۳۳۴ھ پر ختم ہوتا ہے اس دور میں علم نحو پوری طرح سے عام ہو چکا تھا۔ گھر گھر اس کا چرچا تھا حتی کہ رقاصائیں تک اس علم کے رموز و اسرار پر عبور رکھتی تھیں۔

اس دور کے سارے علمائے لغت او ر ادبا علم نحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن ادب میں پیدا ہونے والے نئے نئے رجحانات کی بنا پر خاص علم نحو سے دلچسپی رکھنے والے علماء کی تعداد نسبتا کم رہی۔ اس دور کے مشہور نحات یہ ہیں

ابو یوسف یعقوب ابن اسحاق ابن سکیت کوفی	متوفی ۲۴۲ھ
ابو عثمان بکر بن محمد مازنی بصری	متوفی ۲۴۹ھ
ابو حاتم سہل بن حمد بجستانی بصری	متوفی ۲۵۵ھ
ابو یعلی محمد بن ابی زرعہ باہل بصری	متوفی ۲۵۷ھ
ابوالفضل عباس بن فرج ریاشی بصری	متوفی ۲۵۷ھ
ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر مبرد بصری	متوفی ۲۸۵ھ
ابوالعباس احمد بن یحیی بن یزید بن سبار ثعلب کوفی	متوفی ۲۹۱ھ
ابو اسحاق ابراہیم زجاج بن محمد بصری	متوفی ۳۱۱ھ
ابو بکر محمد بن سری بن سہل معروف بہ ابن سراج	متوفی ۳۱۶ھ
ابو بکر محمد بن قاسم بن بشار معروف بہ ابن انباری کوفی	متوفی ۳۲۸ھ
۔ابو عبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ نفطویہ بصری	متوفی ۳۲۸ھ

محمد بن حسن بن درید بصری	متوفی ۳۲۱ھ
ابن دلاد	متوفی ۳۳۲ھ
ابوجعفی احمد بن محمد بن اسمعیل نحاس مراری بصری	متوفی ۳۳۸ھ

تیسرا دور

عربی ادب کا یہ دور دولت بویہ کے آغاز ۳۳۴ھ سے سلاجقہ کی آمد ۴۴۷ھ تک رہتا ہے۔اس زمانہ کے نحات نے علم نحو میں کوئی خاص معتد بہ اضافہ نہیں کیا۔زیادہ تر سیبویہ کی ،، الکتاب ،، پرشرح وحواشی تحریر کے گئے اس کے علاوہ کچھ رسائل اور بعض دیگر کتب کے حواشی بھی ترتیب دئے گئے۔اسی دور میں نحو میں منطقی دلائل شامل کر کے اس کو فلسفیانہ رنگ دینے کا آغاز ہوا اور اس کی بنیاد سب سے پہلے ابو الحسن رمانی نے ڈالی۔ان لوگوں نے قواعد نحویہ کے اثبات کے لئے منطقی دلائل استعمال کئے اور نحو ومنطق کو خلط ملط کر دیا جس کے نتیجہ میں بعد کو ایسے فلسفی نحو یوں کی جماعت وجود میں آئی جنھوں نے علم نحو کی ایسی کتابیں تصنیف کیں جن کو منطقی صلاحیت کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے ورنہ اس سے قبل قدمانے جو کتب نحو تصنیف کی تھیں ان میں منطق کا کوئی دخل نہیں تھا۔اس دور کے مشہور نحات یہ ہیں۔

ابوبکر محمد بن علی بن اسمعیل عسکری مہرمان	متوفی ۳۴۵ھ
ابومحمد عبداللہ بن جعفر ابن درستویہ فسوی بصری	متوفی ۳۴۷ھ
ابوعلی اسمٰعیل بن قاسم بن عبدون قاقی بصری	متوفی ۳۵۶ھ
ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافی معروف بہ قاضی بصری	متوفی ۳۶۸ھ
ابوعبدالحسن بن احمد بن خالویہ	متوفی ۳۷۰ھ
ابوعلی حسن بن عبدالغفار فسوی فارسی	متوفی ۳۷۷ھ
ابوبکر الزبیدی اندلسی	متوفی ۳۷۹ھ
ابوالحسن علی ابن عیسی بن علی ہمانی	متوفی ۳۸۴ھ
ابومحمد یوسف بن سیرافی	متوفی ۳۸۵ھ
ابوالفتح عثمان بن جنی موصلی	متوفی ۳۹۲ھ

علی بن عیسی ربعی	متوفی ۴۲۰ھ
ابوالقاسم عمر بن ثابت شمانینی	متوفی ۴۴۰ھ

چوتھا دور

عربی ادب کا یہ دور سلاجقہ کی آمد ۴۴۷ھ سے شروع ہو کر تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی ۶۵۶ھ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

گذشتہ ادوار کی طرح اس دور میں بھی علم نحو کی مقبولیت وشہرت اور لوگوں کی اس سے دلچسپی برقرار رہی۔علماء نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ نحوی سرمایہ میں گراں قدر اضافے کئے۔مگر اس دور میں بھی زیادہ تر ائمہ نحات کی کتابوں پر شروح وحواشی تحریر کئے گئے۔

گذشتہ دور کے نحات نے اپنی کتابوں میں انتہائی شرح وبسط کے ساتھ علم نحو پر کلام کیا تھا جس سے یہ علم نہات ہی طویل ووسیع ہو گیا تھا۔اس دور کے بعض علماء نے اس کی طوالت کو کم کرنے کی کوشش کی اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں علل وادلہ اور قیل وقال سے احتراز کر کے میادی واصول پر اکتفا کیا گیا تھا تاکہ طالبان نحو کو مسائل ضبط کرنے میں آسانی ہو۔

اس دور کے مشہور نحات یہ ہیں

ابوالحسین طاہر بن احمد بن بابشاذ	متوفی ۴۶۹ھ
ابوالحسن محمد بن ہبتہ اللہ بن الوراق	متوفی ۴۷۰ھ
عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن الجرجانی	متوفی ۴۷۱ھ
ابومحمد عبداللہ بن محمد بطلیوسی	متوفی ۵۲۱ھ
ابوالقاسم محمود ابن عمر بن محمد بن عمر خوارزمی زمخشری	متوفی ۵۳۸ھ
ابومنصور بن احمد جوالیقی	متوفی ۵۶۹ھ
محمد بن یحیی زبیدی	متوفی ۵۵۵ھ
ابومحمد عبداللہ بن احمد بغدادی معروف بہ ابن خشاب	متوفی ۵۶۷ھ
ابومحمد سعید بن مبارک بغدادی معروف بہ ابن دہان	متوفی ۵۶۹ھ
ابوالبرکات کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد انباری	متوفی ۵۷۹ھ
ابوعلی عمر بن محمد اشبیلی شلوبین	متوفی ۶۴۵ھ

ابوعمرو جمال الدین عثمان بن عمر بن ابی بکر (وعندالبعض عثمان بن ابی بکر بن یونس) معروف بہ ابن حاجب متوفی ٦٤٦ھ

علمائے نحو پر مسلم سلاطین کی عنایات

علمائے نحو نے نحو کی اشاعت وترقی میں جو انتھک کوششیں اور مسلسل مساعی کیں اس میں سلاطین اسلام کی حوصلہ افزائیوں اور نحویوں پر ان کی بے پایا عنایتوں کا بہت بڑا دخل تھا۔ انہوں نے علمائے نحو کو ہر طرح کے اعزاز واکرام سے نوازا ۔ اعلی مناصب دیئے، مال ودولت سے امداد کی اور تصنیفی وتالیفی کام کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولیات بہم پہونچائیں ۔ چنانچہ واضع نحو حضرت ابوالاسود اگرچہ امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حامیوں میں سے تھے اور ان کی جانب سے جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے تھے۔ مگر جب حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت امیر معاویہ نے ان کی بے حد تکریم کی ۔ ان کے وظیفہ میں اضافہ کیا اور بصرہ کی قضا کا منصب عطا فرمایا۔

اس طرح یحیی بن یعمر عدوانی کو جب ان کی حق گوئی وبیبا کی کی پاداش میں حجاج بن یوسف نے شہر بدر کر دیا اور وہ وہاں سے ہجرت کر کے خراسان پہونچے تو حاکم خراسان قتیبہ بن مسلم نے ان کی ہر طرح عزت ودلجوئی کی اور انہیں خراسان کا قاضی مقرر کیا اس کے بعد وہ نیشاپور۔ مرو اور ہرات کے بھی قاضی رہے۔

خلفائے بنی عباس نے نحات پر جو عنایات ونوازشات کیں اس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔ وہ معمولی باتوں پر علما کو مالا مال کر دیا کرتے تھے۔

خاندان عباسیہ کے تیسرے خلیفہ محمد مہدی بن المنصور نے ایک عالم کو ہارون رشید کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک بار مہدی نے ان سے سوال کیا کہ اگر کسی سے مسواک کرنے کو کہنا ہو تو عربی میں اس مفہوم کو کس طرح ادا کیا جائے گا۔ معلم نے کہا ”استك،، مہدی نے اس جواب کو سن کر ،، انا للہ و انا الیہ راجعون ،، پڑھا۔ اور معلم کے علم وفضل سے اس کا اعتماد جاتا رہا ۔ اب اسے ہارون کے لئے کسی دوسرے اتالیق کی تلاش ہوئی جو علم ودانش کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت میں بھی یکتائے روزگار ہو۔

بعض مقربین نے اسکو امام کوفیین کسائی کا پتہ بتایا اور ان کی بے انتہا تعریف وتوصیف کی، مہدی نے فورا کسائی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب کسائی اس کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے ان سے بھی وہی سوال کیا کہ عربی میں مسواک کرنے کا حکم دینے کے لئے کیا جملہ استعمال کیا جائے گا۔ کسائی نے جواب دیا،، سك فاك ،، ۔ مہدی اس جواب پر پھڑک گیا اور خوش ہو کر صرف ایک جملہ پر دس ہزار درہم بطور انعام دئے اور شہزادہ کی معلّمی کا عظیم منصب عطا کیا۔

امام النحو فرا جب مامون کے پاس پہونچے تو مامون نے ان سے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی جو نحو کے اصول اور سماعیات پر پوری طرح حاوی ہو۔ جب فرا نے مامون کے حکم کی تعمیل میں کتاب تصنیف کرنے کا آغاز کیا تو مامون نے اس کے لئے شاہانہ اہتمام وانتظامات کئے ۔ ایک آراستہ وپیراستہ خوبصورت اور عالیشان مکان صرف کتاب لکھنے کے لئے فرا کو دیا جس میں ہر قسم کی ضروریات زندگی اور سامان عیش وراحت مہیا کیا۔ تاکہ فرا پوری یکسوئی و اطمینان اور کامل فارغ البالی کے ساتھ تصنیفی کام میں مصروف رہ سکیں۔ خدمت کے لئے خاص ملازمین اور کتابت کے لئے ماہر منشی مقرر کئے ۔ اور ناظم خزانہ کو حکم دیا کہ فرا جب بھی جس قدر رقم طلب کریں فورا حاضر کر دی جائے۔ مامون کی فراہم کردہ ان سہولیات کے سایہ میں فرا نے اپنی مشہور کتاب ،، الحدود ،، تصنیف کی۔

علم نحو سقوط بغداد سے زمانہ حال تک

گوپی کے صحراؤں سے اٹھنے والا تاتاری فتنہ تباہیوں اور بربادیوں کا ایسا ہولناک طوفان تھا جس نے عالم اسلام کو تہہ وبالا کر دیا۔ تاتاریوں نے عربوں کے آثار کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا یہاں تک کہ دنیائے اسلام کا مرکزی دار الخلافہ بغداد بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا اور انھوں نے وہاں قتل وغارت گری کا ایسا خوفناک بازار گرم کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں دور دور تک نظر نہیں آتی۔

بغداد کی تباہی کے بعد کا دور عربی تہذیب وتمدن اور عربی علم وادب کے لئے شدید ترین آفات ومصائب کا دور تھا۔ اس دور میں عجم کی وحشی اقوام کے ہاتھوں عربی روایات کے سرمایہ کو نا

قابل تلافی نقصان پہونچا۔ مراکز علوم وفنون کو تباہ کیا گیا۔ رصدگاہیں اور درس گاہیں منہدم کی گئیں ۔مساجد کی بے حرمتی کی گئی ۔کتب خانے اور لائبریریاں جلائی گئیں ۔علماء وفضلا کا قتل عام کیا گیا۔غرضیکہ عربوں کے علم ادب تہذیب وثقافت،اقدار وروایات کوفنا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ان تباہ کاریوں اور ہلاکت خیزیوں سے دیگر ساری زبانوں کی طرح اگر عربی زبان بھی عدم کے غبار میں بے نام ونشان ہو جاتی تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی، مگر یہ قرآن کریم کا عظیم معجزہ ہے کہ اس کے طفیل ان ہولناک آندھیوں میں بھی عربی زبان کا چراغ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ روشن رہا۔ ہزار ہا مصائب وآلام اٹھانے کے باوجود ارباب علم وادب نے نہ صرف علوم عربیہ کو زندہ رکھا بلکہ اپنی تحقیقات وتصنیفات کے ذریعہ ان کے ذخیرہ میں اضافہ بھی کیا۔

اس زمانہ تک علم نحو علوم عربیہ کا جز ولاینفک بن چکا تھا۔عربی علوم کا ہر عالم نحو کا بھی عالم ہوتا تھا۔اس طرح علم نحو سارے عالم اسلام میں شائع ومروج ہو کر ایسی بنیادی حیثیت حاصل کر چکا تھا کہ اس کے بغیر عربی علوم کے حصول کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس زمانے میں عالم اسلام کے مختلف خطوں میں بڑے بڑے ماہرین نحو پیدا ہوئے جنہوں نے درس وتصنیف کے ذریعہ اس علم کی بھر پور خدمت کی اور اس کو مزید آراستہ وپیراستہ کیا۔مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ بصرہ جہاں سے ساری دنیا کو یہ علم ملا اس دور میں اس علم کے ماہرین سے خالی نظر آتا ہے۔سقوط بغداد کے بعد بصرہ میں نہ کسی نحوی کا پتہ چلتا ہے اور نہ کسی معتدبہ نحوی تصنیف کا ذکر ملتا ہے۔ یہاں تک کہ آٹھویں صدی کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں بیان کرتا ہے۔کہ میں بصرہ کے دوران قیام ایک مرتبہ مسجد علی میں نماز جمعہ پڑھنے گیا۔خطیب نے خطبہ میں بے شمار لحن کئے ۔ مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے قاضی حجۃ الدین سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا اب یہاں کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو کچھ بھی علم نحو سے واقفیت رکھتا ہو،

اس زمانے میں نحوی متون کم لکھے گئے مگر پچھلے متون پر شروح وحواشی بہت زیادہ تصنیف ہوئے۔

سقوط بغداد سے پہلے دنیائے نحو میں سیبویہ کی ،،الکتاب،،کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس زمانے کے اکثر وبیشتر نحویوں نے اس سے تالیفات وتصنیفات کیں۔

سقوط بغداد کے بعد سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت ابن حاجب کے کافیہ کو حاصل ہوئی اور بعد کے ادوار میں زیادہ تر اسی پر حواشی وشروح لکھے۔عربی کے علاوہ فارسی ترکی اور اردو میں بھی اس کی بے شمار شرحیں اور حاشیے لکھے گئے ،بعض اہل معرفت وارباب تصوف نے اس کی عارفانہ وصوفیانہ شرحیں بھی تحریر فرمائیں۔

اس زمانے میں نحو کی منظوم کتابیں بھی تصنیف کی گیں تاکہ طلبہ کو مسائل نحو حفظ کرنے میں آسانی ہو۔منظوم کتابوں میں ابن مالک کی الفیہ کو خصوصی شہرت واہمیت حاصل ہوئی اور بہت سے علمائے اس کی شروح لکھیں۔

کافیہ کے مسائل کو بھی نظم کیا گیا اس سلسلہ میں خود صاحب کافیہ ابن حاجب کی ،،وافیہ ،،شیخ ابراہیم مستبشری متوفی ۷۶۱ھ کی ،،نہایۃ البہجۃ ،،المعروف بہ،،تائیہ،، اور ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم متوفی ۱۰۶۰ھ کی ،،نظم الکافیہ،،خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس زمانہ میں مسائل نحو کے دلائل وعلل کی جانب خاص توجہ کی گئی اس سلسلہ میں بعض حضرات نے منطقیانہ انداز اختیار کیا۔ ہر ہر مسئلہ کی عقلی وقیاسی تعلیلات وتوجیہات نکالیں اور علم نحو کو فلسفیانہ علم بنادیا۔جس کو منطقی بصیرت کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔علامہ جامی قدس سرہ السامی کی ،،فوائد ضیائیہ،،اس قسم کی بہترین تصنیف ہے۔

بعض علمائے نحو نے سماعی دلائل کی جانب توجہ کی اور مسائل کے اثبات میں فصحائے عرب کے کلام سے شواہد فراہم کئے۔شرح ابن عقیل اسی قسم کی ایک کامیاب تالیف ہے۔غرضکہ سقوط بغداد سے موجودہ زمانہ تک ہر دور میں علمائے نحو زمانہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر نئے نئے اسلوب اور نئے نئے انداز میں اس علم پر کام کرتے رہے مگر کتابوں کا اندازہ ترتیب ہی صدیوں برس پرانا رہا جو متقدمین کے دور سے رائج تھا۔

جدید دور کے طلبہ کے لئے یہ قدیم انداز سخت مشکلات اور شدید الجھنو کا باعث ہوتا ہے ،ضرورت اس بات کی تھی کہ مسائل نحو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایسے جدید انداز میں مرتب کئے جائیں جس سے طلبہ دیگر زبانوں کی طرح عربی پر بھی بآسانی عبور حاصل کرسکیں۔

چودھویں صدی میں مصر کے مشہور شاعر وادیب علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم متوفی ۱۳۶۸ھ اور مصطفٰی امین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور دونوں نے مشترکہ طور پر عصر جدید

کے تقاضوں کے مطابق موجودہ دور کے طلبہ کے لئے ایک کتاب ،،النحو الواضح ،،تصنیف کی جس میں طلبہ کی نفسیات کوملحوظ رکھ کر جدید طریقہ تعلیم کے مطابق مرحلہ وار مسائل نحوترتیب دیئے گئے ہیں۔اس طرح علم نحو میں ایک جدید اسلوب اور نیا آہنگ پیدا ہوا۔

اس دور کے علمائے نحو

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا،اس زمانے کے تمام علمائے ادب علمائے نحو تھے،مگر جنہوں نے فن نحو میں تصنیف وتالیف کی یا جن کا ذکر تذکرہ نگاروں نے خصوصیت کے ساتھ بطور نحوی کیا ہے،ان میں سے بعض مشاہیر کی فہرست یہ ہے:

جمال الدین ابوعبداللہ محمد ابن عبداللہ طائی جیانی المعروف با بن سالک متوفی ۶۷۲ھ

قاضی ناصرالدین عبداللہ بیضاوی	متوفی ۶۸۵ھ
رضی الدین محمد بن طاہر حسین استرآبادی	متوفی ۶۸۶ھ
حسام الدین حسن (یاحسین) بن علی بن حجاج بن علی سغناقی	متوفی ۷۱۱ھ
اسمعیل بن عثمان بن عبدالکریم دمشقی المعروف بہ ابن المعلم	متوفی ۷۱۴ھ
سیدرکن الدین حسن محمد بن شہنشاہ استرآبادی	متوفی ۷۱۸ھ
شیخ نجم الدین احمد بن محمد قمول	متوفی ۷۲۷ھ
فخرالدین عثمان بن ابراہیم بن مصطفٰی بن سلیمان ماردینی	متوفی ۷۳۱ھ
شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری	متوفی ۷۳۲ھ
ابوالحسن علاءالدین علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی	متوفی ۷۳۹ھ
ابوالحیان اثیرالدین محمد بن یوسف	متوفی ۷۴۵ھ
شیخ تاج الدین ابومحمد احمد بن احمد بن عبدالقادر قیسی	متوفی ۷۴۹ھ
شیخ احمد بن عبداللہ المعروف بہ ابن المہاجر	متوفی ۷۴۹ھ
جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد المعروف بہ ابن ہشام	متوفی ۷۶۱ھ
ناصرالدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز قونوی المعروف بہ ابن ربوہ	متوفی ۷۶۴ھ

قاضی القضاۃ بہاؤالدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن عقیلی المعروف بہ ابن عقیل متوفی ۷۶۹ھ

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی الاعمی	متوفی ۷۸۰ھ
اکمل الدین محمد بن محمود مابرتی	متوفی ۷۸۶ھ
شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی	متوفی ۸۰۱ھ
سندالمحققین میر سید شریف علی بن محمد جرجانی	متوفی ۸۱۶ھ
محمد بن میر سید شریف جرجانی	متوفی ۸۳۸ھ
شریف نورالدین علی بن ابرہیم شیرازی	متوفی ۸۶۳ھ
علی بن مجدالدین محمد بن محمد بن مسعود المعروف بہ	متوفی ۸۷۵ھ
ابوالبرکات نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد جامی	متوفی ۸۹۸ھ
شیخ ابراہیم مستبشری	متوفی ۹۱۷ھ
عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی	متوفی ۹۴۳ھ
شیخ مصلح الدین محمد اللاری	متوفی ۹۷۹ھ
شیخ شریف الروشتی المعروف بہ فاضل امیر	متوفی ۹۸۷ھ
شیخ فضیل بن علی جمال	متوفی ۹۹۱ھ
شیخ محمد بن عمر المعروف بہ قودر آفندی	متوفی ۹۹۶ھ
شیخ احمد بن محمد جامی المعروف بہ ابن ملا	متوفی ۱۰۰۰ھ
علامہ سودی ترکی	متوفی ۱۰۰۰ھ
ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم	متوفی ۱۰۱۶ھ
شیخ ابراہیم بن حسن الاحسانی	متوفی ۱۰۲۸ھ
شیخ علامہ محمد بن موسی بستوی	متوفی ۱۰۳۵ھ
خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی بن زین الدین ایوبی رملی	متوفی ۱۰۸۱ھ
محمد بن علی بن محمد بن علی عبدالرحمن حصکفی	متوفی ۱۰۸۸ھ
شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبدالوہاب العرضی	متوفی بعد ۱۱۱۵ھ
مفتی ابوالصفا بن احمد بن ایوب عدوی دمشقی	متوفی ۱۱۲۰ھ
حسن بن موسی کردی	متوفی ۱۱۴۸ھ

ہندوستان میں علم نحو کی ترویج واشاعت

ہندوستان آنے والے پہلے نحوی

جب ہندوستان کی سرزمین پر اسلامی حکومت قائم ہوئی اور مسلم حکمرانوں نے یہاں کی بغاوتوں اور روز روز اٹھنے والے فتنوں پر مکمل قابو پا کر اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا تو عالم اسلام کے مختلف خطوں سے ارباب عقل ودانش اور ماہرین علوم وفنون نے سرزمین ہند کا رخ کیا اور اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا جب علم نحو اپنے کمال عروج وارتقا کو پہونچ کر ہر عربی درسگاہ میں داخل نصاب ہو چکا تھا۔ اس زمانہ میں علوم عربیہ کا ہر فاضل لازماً علم نحو کی تحصیل کیا کرتا تھا۔ اس لئے عالم اسلام سے ہندوستان کی دھرتی پر آنے والے علماء وفضلا کے ساتھ دیگر عربی علوم کے ہمراہ علم نحو کی دولت بھی ہندوستان پہونچی۔ مگر خصوصیت کے ساتھ نحات کی صف میں شمار ہونے والے علماء میں سے بدرالدین محمد بن محمد دمامینی سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دمامینی کی آمد سے بہت پہلے ہندوستان میں نحو کی تعلیم و تصنیف کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کیونکہ علامہ دمامینی فیروز شاہ بہمنی کے دور میں ہندوستان آئے جو ۸۰۰ھ سے ۸۲۵ھ تک گلبرگہ کا حکمراں رہا۔ جبکہ اس دور سے بہت پہلے سید یوسف بن سید جمال حسینی ملتانی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۰ھ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی کتاب ،،لب الالباب فی علم الاعراب،، پر ایک بسیط شرح تصنیف فرما چکے تھے جو ،،یوسفی،، کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اگر شیخ سراج الدین عثمان معروف بہ ،،اخی سراج،، متوفی ۷۵۸ھ کی جانب ہدایۃ النحو کے انتساب کو درست مان لیا جائے تو اس کی تصنیف بھی دمامینی کی آمد سے بہت پہلے ہوئی۔

نیز شیخ اخی سراج کے حالات میں حضرت شیخ محقق دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

بعد ازاں پیش مولینا رکن الدین کافیہ ومفصل وقدوری ومجمع البحرین تحصیل کرد۔

مولانا رکن الدین کے پاس کافیہ ومفصل وقدوری اور مجمع البحرین کی تعلیم حاصل کی۔

ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ دمامینی سے پہلے ہندوستان میں نحو کی تعلیم بھی مروج ہو چکی تھی اور نحو میں تصنیف کی بنیاد بھی پڑ چکی تھی۔ مگر ان سے پیشتر کوئی ایسی شخصیت اس ملک میں

تشریف نہیں لائی جن کو خصوصیت کے ساتھ زمرۂ ائمۂ نحات میں شمار کیا جاتا ہو۔ دمامینی ہی وہ پہلے امام النحو ہیں جو اس ملک میں سکونت پذیر ہوئے۔

علامہ بدرالدین محمد بن محمد دمامینی ۷۶۳ھ میں بمقام اسکندریہ پیدا ہوئے۔ دیگر علوم کی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ نے علم نحو میں خصوصی مقام حاصل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر مصر میں شیخ النحو مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں وہاں تدریس کے فرائض انجام دیئے پھر جامعہ ازہر چھوڑ کر اسکندریہ چلے آئے اور وہاں تدریس کے ساتھ تجارت بھی شروع کر دی۔ پھر وہاں سے قاہرہ آئے اور منصب قضا پر متمکن ہوئے مگر اس منصب کی ذمہ داریاں طبیعت کو موافق نہیں آئیں۔ اس لئے مستعفی ہو کر ۸۰۰ھ میں دمشق آ گئے پھر حج وزیارت کے لئے حرمین طیبین کا سفر کیا اور وہاں سے اپنے وطن اسکندریہ چلے آئے مگر کچھ دنوں بعد ایسی صورت حال سے دوچار ہوئے کہ وطن چھوڑنا پڑا اور وہ ۸۲۰ھ میں یمن آ کر جامع زبید میں درس دینے لگے۔ ایک سال تک وہاں تدریس میں مصروف رہے۔ پھر ہندوستان آ کر گلبرگہ میں سکونت اختیار کر لی۔

گلبرگہ میں اس وقت سلطان فیروز شاہ بہمنی تخت حکومت پر متمکن تھا جو خود بھی صاحب علم وفضل تھا اور علماء وفضلا کی بے حد قدر ووقعت بھی کرتا تھا۔ اس کے لئے علامہ دمامینی جیسے امام النحو کی آمد انتہائی فخر وانبساط کا باعث ہوئی۔ اس نے ان کا شاہانہ استقبال کیا اور بے حد تعظیم و تکریم کی اہل ہند کو علامہ دمامینی سے بہت کم استفاضہ کا موقع ملا ۸۲۷ھ میں کسی ظالم نے ان کو زہر دیدیا اور یہ آفتاب نحو ہمیشہ کے لئے گلبرگہ کی دھرتی میں روپوش ہو گیا۔

ہندوستان کے پہلے امام النحو

ہندوستانی علماء میں سب سے پہلے ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ نے علم نحو کی جانب خصوصی توجہ کی۔ ملک العلماء کی پیدائش دولت آباد میں ہوئی مگر انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جونپور میں بسر کیا۔

آپ کو حضرت علامہ قاضی عبدالمقتدر صاحب دہلوی متوفی ۷۹۱ھ اور حضرت مولانا خواجگی صاحب دہلوی ثم کالپوری رحمتہ اللہ علیہما سے شرف تلمذ حاصل تھا، حضرت قاضی عبدالمقتدر صاحب آپ کے بارے میں فرماتے تھے۔ کہ میرے پاس ایک ایسا طالب علم آتا ہے

جس کا پوست علم ہے۔ مغز علم ہے اور ہڈی علم ہے

آپ سلطان ابراہیم شرقی دور (از ۸۰۴ھ تا ۸۴۰ھ) میں جونپور تشریف لائے ، سلطان آپ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ آپ کے علم و دانش کی بنا پر اس نے آپ کو جونپور کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

آپ تمام علوم و فنون کے جامع اور علمائے جونپور میں سب سے فائق و برتر تھے۔ آپ نے تفسیر۔ فقہ۔ کلام۔ معانی و بیان وغیرہ مختلف علوم متداولہ میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ مگر ان کو خصوصی شہرت علم نحو میں حاصل ہوئی۔

آپ بلا شک و شبہ ہندوستان کے امام نحات اور پہلے نحوی ہیں۔ مورخین اور تذکرہ نگاروں نے انھیں ہندوستان کا ابن حاجب کہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ علم نحو میں ان کا پایہ کسی طور ابن حاجب سے کم نہیں ہے۔ آپ نے علم نحو میں ایک بلند معیار متن تحریر فرمایا ہے جس کا نام ،،ارشاد،، ہے یہ متن تمام متون نحو میں انوکھے انداز اور جدید اسلوب کا حامل ہے۔ آپ نے اس میں یہ التزام کیا ہے کہ مسئلہ کو ایسی عبارت میں بیان کرتے ہیں کہ وہی عبارت اس مسئلہ کی مثال بن جاتی ہے۔ الگ سے اس کی مثال پیش کرنے کی حاجت نہیں رہتی ۔ یہ اس کتاب کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جو اس سے پہلے کسی نحوی کتاب میں نہیں ملتی ادب عربی تعلق رکھنے والے بخوبی جا سکتے ہیں کہ یہ امر کس قدر دشوار اور محنت طلب ہے مگر یہ ملک العلماء کا کمال علم و فضل ہے کہ وہ اس دشوار ترین منزل کو پوری کامیابی کے ساتھ طے کرتے چلے گئے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اس کتاب کا تذکرہ بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

وارشاد در نحو کہ در وے تمثیل در ضمن تعبیر التزام نمودہ و ترتیب جدید اختیار فرمودہ ست نیز متنے ست لطیف و متین و بے نظیر۔

ارشاد نحو میں ایک پاکیزہ و سنجیدہ اور بے مثال متن ہے جس میں تعبیر کے ضمن میں تمثیل کا التزام کر کے نئی ترتیب اختیار فرمائی ہے۔

ناقدین ادب عربی کے نزدیک ،،ارشاد،، کافیہ،، پر بدرجہا فوقیت و برتری رکھتا ہے۔

کافیہ کی طرح ارشاد پر بھی متعدد شروح اور حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔

ملک العلما نے کافیہ کی ایک شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس کا نام ،،الشرح الہندی،، ہے۔ ان کی یہ شرح کافیہ کی دیگر شروح کے مقابلہ میں منفرد و ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ محقق اس شرح کے بارے میں فرماتے ہیں۔

در لطافت و متانت بے عدیل واقع شدہ و ہم در حالت حیات او مشہور عالم گشتہ۔

لطافت و متانت میں بے مثال واقع ہوئی اور مصنف کی حیات ہی میں مشہور عالم ہوگئی تھی۔

علامہ جامی علیہ الرحمہ کی شرح کافیہ،، الفوائد الضیائیہ،، کا سب سے بڑا ماخذ یہی شرح ہندی ہے جیسا کہ صاحب ثمرات الحیوۃ فوائد ضیائیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

قد لحض فی هذا الشرح ما فی شروح الكا فية من الفو ائدا الوافية ولكن اكبر مآخذه الشرح الهندی للقاضی ملك العلماء شها ب الدين الدو لت آبا د ی صاحب متن ارشاد النحو المتو فی ۸۴۸ھ كما سنح لی عندالمقابلة فی عدة مواضع فلا مجا ل لا نكا ر منكر فيه حينئذ ولا لنزا ع منا زع ۔

علامہ جامی نے فوائد ضیائیہ میں ان فوائد وافیہ کی تلخیص کی ہے جو دیگر شروح کافیہ میں پائے جاتے ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا ماخذ صاحب ارشاد النحو ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہندی ہے جیسا کہ مجھے متعدد مقامات میں دونوں کتابوں کا مقابلہ کرتے وقت ظاہر ہوا لہذا اس میں کسی منکر کے انکار اور کسی جھگڑالو کے جھگڑے کی گنجائش نہیں ہے۔

علمائے ہند کی نحوی خدمات

ہندوستان کے علما نے ہر دور میں تدریس و تصنیف کے ذریعہ علم نحو کی بھرپور ترویج و اشاعت کی۔ اس علم کی بے شمار کتابیں ہندوستان میں ترتیب دی گئیں مگر متون کی تعداد بہت کم رہی زیادہ تر داخل نصاب کتابوں پر شروح اور حواشی تحریر کئے گئے۔ جن میں اسے اکثر کافیہ اور فوائد ضیائیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

قاضی شہاب الدین کی ارشاد،، کے بعد ہندوستان کی علمی تاریخ میں صرف گنتی کے چند

نحوی متون کا پتہ ملتا ہے ,جن علمائے ہند نے علم نحو پر تصنیفی کام کیا ان میں سے چند مشاہیر کی خدمات کا صدی وار سرسری جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

آٹھویں صدی

ہندوستان میں نحوی کتابوں کی تصنیف وترتیب کی طرف پوری توجہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بعد کی گئی ان سے پہلے تاریخ میں صرف ایک کتاب ،،یوسفی،، کا ذکر ملتا ہے۔ جو آٹھویں صدی میں حضرت علامہ سید یوسف بن سید جمال حسینی ملتانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ متوفی ۷۹۰ھ نے قاضی ناصرالدین بیضاوی کی لب الالباب فی علم الاعراب کی شرح میں لکھی تھی۔

سید یوسف کے آبائے کرام مشہد کے رہنے والے تھے وہاں سے نقل سکونت کر کے ملتان میں متوطن ہوئے۔

آپ سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور (۷۵۲ھ تا ۷۹۰ھ) میں ملتان سے دہلی تشریف لائے اس نے جب آپ کے کمال علم ودانش کو دیکھا تو اپنے مدرسہ کے فرائض تدریس آپ کے سپرد فرمادئے جہاں آپ برسوں تک مسند درس پر رونق افروز رہے۔ آپ کی رفعت روحانی کا یہ عالم تھا کہ ہر شب جمعہ کو خواب میں رحمت عالم ﷺ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوتے تھے۔

آپ کی شرح یوسفی آٹھویں صدی کے اندر ہندوستان میں نحو پر تصنیف ہونے والی تنہا کتاب ہے۔ ہاں اگر ہدایۃ النحو کو شیخ سراج الدین عثمان اخی سراج کی تصنیف مان لیا جائے تو پھر اس صدی کی تصنیفات نحویہ کی تعداد دو ہو جاتی ہے۔ مگر شیخ اخی سراج کی جانب ہدایۃ النحو کا انتساب معیار تحقیق پر پورا نہیں اترتا کیونکہ اخبار الاخیار میں شیخ محقق نے اخی سراج کے تذکرہ میں ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا نیز جن دیگر کتابوں میں اخی سراج کے حالات ملتے ہیں ان میں بھی ان کی کسی تصنیف کا تذکرہ نہیں۔ ان کی جانب ہدایۃ النحو کے انتساب کی بنیاد صرف تعداد العلوم علی حسب الفہوم پر ہے جن لوگوں نے بھی ہدایۃ النحو کو ان کی تصنیف بتایا ہے وہ حوالہ میں صرف تعداد العلوم ہی کو پیش کرتے ہیں۔ مگر تعداد العلوم کیسی کتاب ہے اس کا مصنف کون ہے۔ کس زمانہ اور کس حیثیت کا ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور اس صورت حال میں ان کی طرف ہدایۃ النحو کی نسبت کرنا کس طرح قابل اعتماد اور لائق یقین ہوسکتا ہے؟

نویں صدی

اس صدی کے سب سے بڑے عالم نحو ملک العلما حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی ہیں جن کا تذکرہ آپ نے گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمایا وہی ہندوستان کے امام النحو اور سرگردہ نحات ہیں۔ اسی صدی کے ایک عظیم عالم نحو حضرت شیخ سعد الدین خیرآبادی متوفی ۸۸۲ھ بھی ہیں جو قطب لکھنو حضرت شاہ مینا علیہ الرحمتہ والرضوان کے مرید خاص اور خلیفہ اجل ہیں آپ کمالات روحانی سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کے بھی زبردست ماہر تھے آپ نے نحو میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ مصباح اور کافیہ کی شرح لکھی اور فوائد ضیائیہ کا حاشیہ تحریر کیا۔ اسی صدی میں ملک العلماء کے شاگرد حضرت علامہ شیخ صفی الدین جونپوری متوفی ۸۹۰ھ نے بھی علم نحو کی عظیم خدمات انجام دیں آپ کے آباواجداد غزنی کے باشندے تھے فتنہ تاتار کے موقع پر آپ کے جدامجد شیخ نظام الدین اپنے بیٹے نصیرالدین کو ساتھ لے کر سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور (۶۹۵ھ تا ۷۱۵ھ میں دہلی تشریف لائے۔ پھر وہاں سے جونپور منتقل ہو گئے وہاں آپ کے صاحبزادہ شیخ نصیرالدین کا نکاح قاضی شہاب الدین کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جس سے علامہ صفی الدین پیدا ہوئے۔

شیخ علامہ صفی الدین نے اپنے نانا ملک العلماء قاضی شہاب الدین سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی اور ان میں درجہ کمال کو پہونچے۔ آپ نے حل ترکیب کافیہ اور کافیہ کی مشہور شرح غایۃ التحقیق تصنیف کیں جن کی افادیت واہمیت موجودہ دور میں بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔

دسویں صدی

اس صدی میں علامہ جامی قدس سرہ السامی کے تلمیذ اجل ملا عبدالغفور لاہوری متوفی ۹۱۲ھ نے فوائد ضیائیہ پر حاشیہ لکھا جو عبدالغفور کے نام سے مشہور ہے مگر ابھی وہ منزل تکمیل کو نہیں پہونچا تھا کہ پیک اجل آپہونچا اور وہ اس کو نا تمام چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا الہ داد جونپوری متوفی ۹۳۲ھ بھی اس صدی کے علمائے نحو میں نمایاں مقام رکھتے ہیں آپ بیک واسطہ ملک العلماء کے شاگرد ہیں اس دور کے اکابر علمائے جونپور میں ان کا شمارہ

ہوتا ہے۔ اپنی ساری عمر افادہ علوم اور تصنیف و تالیف میں صرف کی مطالب علمیہ کی تنقیح و تحقیق میں درجہ کمال حاصل تھا آپ نے کافیہ کی شرح اور شرح ہندی کا حاشیہ تحریر کیا اسی صدی کے ایک عالم نحو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ بھی ہیں آپ علوم شریعت وطریقت کے جامع اور کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ نے ملک العلما کی ،،ارشاد،، کی شرح اور فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا۔

گیارھویں صدی

فخر الاولیا قطب دوراں حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی صاحب سبع سنابل شریف متوفی ۱۰۱۷ھ نے بحث منصرف تک کافیہ کی ایک اچھوتی اور منفرد شرح تصنیف کی جس میں کافیہ کو تصوف کی کتاب قرار دے کر اس کی عبارت کی عارفانہ وصوفیانہ تشریحات کی گئی ہیں۔

اس صدی کے ایک عظیم عالم نحو علامہ عبدالنبی عماد الدین محمد عارف عثمانی شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ نے ،،ارشاد،، کی شرح اور بحث حال سے مجرورات تک فوائد ضیائیہ کا حاشیہ تحریر کیا۔ آپ کا شمار اس دور کے اعاظم علماء اور اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔

ملا عصمت اللہ سہارنپوری متوفی ۱۰۳۹ھ نے نابینائی کے باوجود خدمت نحو کی سعادت حاصل کی۔ فوائد ضیائیہ کا حاشیہ ان کی تصنیف ہے۔

اس صدی کے ایک جلیل القدر عالم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ ہیں آپ علوم نقلیہ وعقلیہ میں زبردست صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ و الرضوان متوفی ۱۰۳۵ھ آپ کو آفتاب پنجاب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مجدد صاحب کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا خطاب آپ ہی نے دیا تھا۔ آپ نے ملا عبدالغفور لاہوری کے نامکمل حاشیہ فوائد ضیائیہ کا تکملہ لکھ کر اسکی تکمیل کی اور حاشیہ عبدالغفور پر بھی حاشیہ لکھا۔

اسی صدی میں ملا عبدالرشید جونپوری متوفی ۱۰۸۳ھ نے فارسی زبان میں کافیہ پر حاشیہ تحریر کیا۔

بارھویں صدی

اس صدی میں بھی متعدد علما نے علم نحو پر تصنیفی کام کیا علامہ عبدالنبی بن قاضی عبد الرسول عثمانی احمد نگر گجراتی نے ۱۱۴۴ھ میں کافیہ کی مشہور فارسی شرح جامع الغموض منبع الفیوض،، تصنیف کی موصوف کا سلسلہ تلمذ و ارادات شارح ارشاد علامہ شاہ وجیہ الدین علوی ءتک پہونچتا ہے۔

گجرات ہی کے ایک دوسرے عالم علامہ شیخ نورالدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی متوفی ۱۱۵۵ھ نے فوائد ضیائیہ پر حاشیہ تحریر کیا۔

تیرھویں صدی

لکھنو کے ایک عالم مولوی تراب علی متوفی ۱۲۸۰ھ نے فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا۔ مگر وہ تکمیل تک نہیں پہونچ سکا فرنگی محل کے مولانا عبدالحکیم متوفی ۱۲۰۵ نے مصباح پر حاشیہ تحریر کیا آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے علوم متداولہ میں کثیر کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۸۵ھ میں مولوی الہی بخش صاحب نے تبیین ابوسعید خانی کے نام سے شرح مائۃ عامل کا حاشیہ لکھا جو ’’التوضیح الکامل ،، کے نام سے مشہور ہے۔

اس صدی میں بحر العلوم مولانا عبدالعلی صاحب فرنگی محلی کے پوتے مولانا عبدالحکیم لکھنوی متوفی ۱۲۸۸ھ نے علم نحو میں ،،زبدۃ النحو ،، اور جدول،، نام کے دو متن ترتیب دئے جن میں سے پہلا عربی زبان میں اور دوسرا فارسی زبان میں ہے،، تشریح النحو ،، اور اردو زبان میں قواعد نحو،، تصنیف کی۔

قواعد نحو سے پہلے اردو کی کسی نحوی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لئے اس کتاب کو اردو زبان میں نحو کی سب سے پہلی کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ برٹش گورمنٹ نے اس کتاب کی تصنیف پر مصنف کو دوسو روپیہ انعام دیا۔

چودھویں صدی

امام المتکلمین حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے صاحب زا

دے حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی متوفی ۱۳۱۶ھ نے کافیہ کی مشہور شرح ،،تسہیل الکافیہ،، تصنیف فرمائی۔

چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ ہندوستان میں وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کے علمی جاہ وجلال وسعت نظر قوت استدلال اور قدرت کلام کا ایک جہاں معترف ہے۔ تحقیق وتدقیق، جامعیت علوم اور کثرت تصانیف میں امام موصوف بلاشبہ نادر روزگار تھے۔ آپ نے پچاس علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں کی بڑی تعداد عربی زبان میں ہے۔ آپکی عربی تصنیفات ادب ونحو میں آپ کی بے پناہ صلاحیت ومہارت کی آئنہ دار ہیں۔

دوران تعلیم آپ نے مشہور درسی کتاب ہدایۃ النحو کی عربی شرح تصنیف فرمائی۔ تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالۃ المصدر والافعال ،،آپکی ایک انتہائی محققانہ نحوی تصنیف ہے۔ آپکے تلامذہ وخلفا بھی علوم وفنون کے جامع اور کمالات روحانی کے وارث ہوئے اورانہوں نے عربی علوم کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپکے محبوب شاگرد وخلیفہ ملک العلما حضرت علامہ ظفرالدین فاضل بہاری نے علم نحو پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

چودھویں صدی کے علمائے نحو میں صدرالعلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۸ھ کو خصوصی اہمیت وعظمت حاصل ہے۔ علم نحو میں آپ ایسی کامل بصیرت اور عظیم تجربہ کے حامل تھے جس کی مثال ہندوستانی علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ بجا طور پر آپ کو دور آخر کا امام النحو کہا جاسکتا ہے۔

آپکو فاضل بریلوی کے اجلہ خلفا صدرالافاضل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی صاحب اعظمی علیہما الرحمۃ والرضوان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

آپ نے نحوی درسی کتابوں کی ایسی محققانہ شروح تحریر فرمائیں جن کو پڑھ کر متقدمین نحات کی تصنیفات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

کافیہ کی شرح بشیر الناجیہ۔

شرح مائۃ عامل کی شرح البشیر الکامل۔

نحومیر کی شرح البشیر

آپ کا ایسا نحوی شاہکار ہیں جو فضلا وطلبہ میں یکساں مقبول ہیں۔

اسی صدی میں بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۰۲ھ نے بھی علم نحو کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ نے فاضل بریلوی کی قائم کردہ مرکزی درسگاہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم پائی اور علوم متداولہ میں امتیازی مقام پر متمکن ہوئے، دیگر علوم کے علاوہ آپ نے علم نحو پر بہترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ہدایۃ النحو

دراسۃ النحو

التوضیح المقبول فی الحاصل والمحصول

الجواہر الصافیہ من فوائد الکافیہ

البیان السامی فی شرح دیباجۃ الجامی

وقایۃ النحو فی ہدایۃ النحو

ترجمہ عبدالرسول شرح مائۃ عامل منظوم۔

آپکی ایسی تصانیف ہیں جو آپکی بے پایاں نحوی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔

یہ ہندوستانی علماء کی نحوی خدمات کا مختصر سا جائزہ ہے جس میں ہم نے صرف بعض مشاہیر نحات کے کارناموں پر اکتفا کیا ہے۔ مذکورہ علماء کے علاوہ بہت سے دیگر علماء نے بھی علم نحو کی اشاعت وترقی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنی تصنیفات کے ذریعہ اس کے سرمایہ میں قابل قدر اضافہ کیا۔ جس کی مکمل تفصیل کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے یہ مقدمہ مفصل تاریخ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

علمائے دیوبند اور علم نحو

علمائے دیوبند نے نحو کی درسی کتابوں پر اردو زبان میں متعدد شروح اور حواشی تحریر کئے۔ ان کی یہ تالیفات قطعاً اس قابل نہیں کہ ان کو نحوی کتب کی صف میں شمار کیا جاسکے اور نہ ان کے مصنفین اس لائق ہیں کہ کوئی مورخ نحوان کو علمائے نحو میں شامل کرسکے۔

نحو کا مبتدی طالب علم بھی ان کی کتابوں کے مطالعہ سے اس حقیقت کا بخوبی ادراک کر لیتا ہے کہ نحوی مہارت ۔مسائل کا استحضار اور معیاری کتب نحو پر عبور تو درکنار علمائے دیو بند نحو میر شرح مائۃ عامل جیسی ابتدائی کتابوں کو بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

اصطلا حات سے ناواقفیت ۔قواعد سے جہالت مسائل میں غلطیاں ۔ترا کیب میں خامیاں ،خودساختہ مثالوں میں مضحکہ خیزیاں ،تعریفات میں فساد احکام میں تضاد مصنفین پر افترا ،نحویوں کی جانب نسبت ناروا ، یہ وہ خصوصیات ہیں جو علمائے دیو بند کی شروح وحواشی کا طرۂ امتیاز ہیں۔

انہوں نے خدمت کے نام پر دنیائے نحو میں ایسی تخریب کاری اور فساد انگیزی کی ہے جس کی مثال کسی بھی علم کی تاریخ میں ملنا ناممکن ہے ۔نحو کے اصول ومسائل کا جو مسخ عام انھوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے وہ علم نحو سے ان کی جہالت و نا آشنائی کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔

اب ہم علمائے دیو بند کی ،،نادر تحقیقات نحویہ،، کے چند نمونے اوران کا سرسری تجزیہ پیش کررہے ہیں تا کہ ناظرین ان کی ،،علمی خدمات،، کا اچھی طرح اندازہ کر سکیں۔

قیاس کن زگلستان من بہارم را

نحو میر کی شرح المصباح المنیر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جس کے ٹائٹل پیج پر اس کے مصنف کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولنا سید حسن صاحب ابن امام النحو حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیو بند۔

امام النحو کے یہ بلند قامت صاحبزادے اپنی اس کتاب میں ضمیر مرفوع متصل مستتر کی تعداد چار بتاتے ہیں۔ ھو یا ھی ۔ انت ۔یا انتِ۔انا ،نحن ۔

پھر ضمیر مرفوع متصل کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چودہ ضمیریں مرفوع متصل کی ہیں یہ ضمائر فاعل اور نائب فاعل،مبتدا ،خبر واقع ہوتی ہیں۔

پھر اس کے بعد کہتے ہیں۔

مثال مبتدا ہونے کی انتم مو منو ن میں انتم ضمیر مرفوع متصل بارز مبتدا ہے۔مثال

خبر ہونے کی اشا ھذا نت یہاں انت خبر ہے۔مثال؛فاعل ہونیکی قا لا اس میں ضمیر ھما فاعل ہے۔مثال نائب فاعل ہونیکی نصر وا اس میں ھم نائب فاعل ہے۔

اب دارالعلوم کے ان استاذ الاساتذہ صاحب کے مذکورہ بالا ارشادات عالیہ میں علم نحو کے نکات لطیفہ واسرار عجیبہ ملاحظہ فرمایئے اوران کی رفعت علم کی داد دیجئے۔

(ا)ضمیر مرفوع متصل مستتر کو چار میں منحصر کرنا سرا سر جہالت و نادانی ہے۔کیونکہ ضمیر مرفوع متصل مستتر چودہ ہوتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(ا) ھو ضارب میں ھو

(٢)ھما ضا ربا ن میں ھما

(٣)ھم ضا ربو ن میں ھم

(٤)ھی ضا ربۃ میں ھی

(٥)ھما ضا ربتا ن میں ھما

(٦)ھن ضا ربات میں ھن

(٧)انت ضا ر ب میں انت

(٨)انتما ضا ربان میں انتما

(٩)انتم ضا ربون میں انتم

(١٠)انتِ ضا ربۃ میں انتِ

(١١)انتما ضاربتا ن میں انتما

(١٢) انتن ضاربات میں انتن

(١٣)انا ضارب میں انا

(١٤)نحن ضاربو ن میں نحن

خدا جانے امام النحو کے اس شاہزادے نے کہاں سے یہ ،،نادر تحقیق،، حاصل فرمائی ہے کہ ضمیر مرفو ع متصل مستتر صرف چا ر ہیں ۔میرے خیال میں انہوں نے ہدایۃ النحو کی اس عبارت کو پڑھ لیا ہوگا۔

ان الـمر فو ع المتصل خا صۃ یکو ن مستتر فی الما ضی للغا ئب والغا ئبۃ

کضرب ای ھو و ضربت ای ھی و فی المضا رع المتکلم مطلقا نحو اضرب ای انا و نضرب ای نحن وللمخاطب کتضر ب ای انت وللغا ئب والغائبۃ کیضرب ای ھو وتضرب ای ھی ۔

اس عبارت میں ذکر کی ہوئی ضمیروں کو شمار کر کے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ضمیر مرفوع متصل مستتر چار ہوتی ہیں۔مگر وہ اس سے متصل اگلی عبارت کو نہ سمجھ سکے کہ۔

وفی الصفۃ اعنی اسم الفا عل والمفعول و غیر ھما مطلقا ۔

(۲) اگر موصوف نے افعال میں مستتر ہونے والی ضمیروں کو مدنظر رکھ کر ضمیر مرفوع متصل مستتر کو چار میں محصور کیا ہے تو ان میں انتِ کو شامل کرنا باطل، کیونکہ انتِ کسی بھی فعل میں مستتر نہیں ہوتا اور اگر افعال وصفات دونوں کی مستتر ضمیروں کو پیش نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو چار میں حصر فاسد۔جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا۔

(۳) مرفوع متصل ضمیروں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ضمائر فاعل ۔ نائب فاعل ۔مبتدا۔خبر واقع ہوتی ہیں کھلی ہوئی گمراہی اور سخت جہالت ہے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل نہ مبتدا واقع ہوسکتی ہے نہ خبر۔

علامہ ابن حاجب کافیہ میں یہ قاعدہ بیان کرنے کے بعد کہ منفصل کا استعمال صرف اس صورت میں جائز ہے جب متصل کا استعمال متعذر ہو تعذر متصل کے مواقع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

او یکو ن العامل معنو یا یا ضمیر کا عامل معنوی ہو۔

اور نحو میر پڑھنے والا طالب علم بھی اس بات کو جانتا ہے کہ ضمیر کا عامل معنوی ہونے کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ مبتدا یا خبر واقع ہو۔کیونکہ ضمیر اسم ہوتی ہے اور اسم میں عمل کرنے والا عامل معنوی صرف ابتدا ہے جو مبتدا وخبر میں عمل کرتا ہے۔

لہذا جب قانون نحو یہ ہے کہ ضمیر کا عامل معنوی ہونے کی صورت میں ضمیر متصل کا آنا متعذر ہے تو پھر ضمیر مرفوع متصل کس طرح مبتدا وخبر واقع ہو سکے گی۔

اب یہ تو نحات دیوبند ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک مبتدا وخبر کا عامل لفظی ہے یا عامل معنوی ہونے کی صورت میں ان کے یہاں ضمیر متصل کا استعمال جائز ہے؟

جب دارالعلوم کے استاذ الاساتذہ کا یہ حال ہے کہ وہ نہ نحو میر سمجھتے ہیں نہ کافیہ تو خدا جانے وہاں کے اساتذہ کس درجہ علیا پر فائز ہونگے۔

(۴) یہاں تو ضمیر مرفوع متصل میں اس قدر توسیع کی کہ اس کو فاعل و نائب فاعل کے ساتھ مبتدا وخبر بھی بنادیا مگر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

مرفوع متصل وہ ضمیریں جو فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں۔اور ہمیشہ فاعل ہوا کرتی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں عبارتوں میں کتنا شدید اور واضح تضاد ہے۔اگر ضمیر مرفوع متصل ہمیشہ فاعل ہوتی ہے تو پھر نائب فاعل اور مبتدا وخبر کیسے واقع ہوگی۔اور اگر نائب فاعل اور مبتدا وخبر بھی واقع ہوتی ہے تو فاعل ہونے میں ہیشگی کس طرح پائی جائے گی۔

اس تضاد کے علاوہ اس قول میں دو مستقل جہالتیں بھی ہیں کیونکہ ضمیر مرفوع متصل صفات کے ساتھ بھی آتی ہے نیز فاعل ہونے کے علاوہ نائب فاعل بھی بنتی ہے جیسا کہ نحو میر خواں طلبہ بھی جانتے ہیں۔

لہذا فعل کے ساتھ مل کر آنے کی تخصیص بھی جہالت اور ہمیشہ فاعل ہونے کی تقیید اس سے بڑی جہالت۔

(۵) انتم مو منو ن میں انتم مبتدا کو ضمیر مرفوع متصل بار رز بتانا اتنی بڑی جہالت ہے جس کا ارتکاب معمولی طالب علم بھی نہیں کرسکتا اگر استاذ الاساتذہ صاحب کو نحو میر بھی یاد ہوتی تو کبھی یہ لطیفہ صادر نہیں فرما سکتے تھے۔معلوم نہیں دارالعلوم دیوبند کا استاذ الاساتذہ بننے کے لئے کتنی تعلیم کافی ہوتی ہے۔؟

(۶) "اشا ھدا نت ،، میں انت کو ضمیر مرفوع متصل بتانا بھی اسی عظیم درجہ کی جہالت ہے جس پر فائز ہونے کی سعادت کسی نحو میر خواں کو بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

معلوم نہیں دارالعلوم دیوبند میں جو نحو مروج ہے وہ کہاں سے درآمد کی گی ہے؟

(۷) پھر اشا ھد انت میں،، انت ،،کو خبر بتانا جہالت در جہالت ہے جو ترکیب دانی میں علمائے دیوبند کی بے بضاعتی کو پوری طرح واضح کرتی ہے۔

ان کی انوکھی ترکیب اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الاساتذہ نہ مبتدا کو جانتے ہیں نہ خبر کو۔کیونکہ شاہد مثال مذکور میں مبتدا کی قسم دوم ہے جس کو ہدایۃ

النحو میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔

واعلم ان لهم قسما آخر من المبتداء ليس مسندا اليه وهو صفة وقعت بعد حرف النفی نحو ما قا ئم زيدا وبعد حرف الا ستفهام نحو قا ئم زيد بشرط ان ترفع تلك الصفة اسما ظاهرا ۔

نحویوں کے لئے مبتدا کی ایک دوسری قسم ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی ہے اور ایسی صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قا ئم زید یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اقا ئم زید اس شرط پر کہ وہ صفت کسی اسم ظاہر کو رفع دے۔

واضح رہے کہ یہاں اسم ظاہر سے غیر ضمیر مستتر مراد ہے اس لئے ضمیر منفصل کو رفع دینے والی صفت بھی اس تعریف میں داخل ہوگی جیسا کہ صاحب درایۃ النحو اس مقام پر اسما ظا ھرا کی تشرح کرتے ہوے فرماتے ہیں۔

ای غير مضمر مستتر بالحمل على عمو م المجا ز اوبا راد ة المعنى اللغوى منه ليد خل فيه مثل قوله تعالى ارا غب انت واقا ئم انت ۔

اسم ظاہر سے غیر ضمیر مستتر مراد ہے عموم مجاز پر محمول کر کے یا اس سے معنی لغوی کا ارادہ کر کے تا کہ اس میں فرمان الٰہی ارا غب انت اور اقا ئم انت جیسے بھی داخل ہو جائیں۔

صاحب درایۃً النحو کی اس واضح صراحت کے بعد اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اشا ھد انت میں شاہد مبتدا کی قسم ثانی ہے لہذا انت اسکا فاعل قائم مقام خبر ہوگا نہ کہ خبر کیونکہ خبر وہ اسم ہوتا ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو جبکہ مثال مذکور میں انت نہ تو عوامل لفظیہ سے خالی ہے کیونکہ اس کا عامل شا ھد ہے جو کہ لفظی ہے اور نہ وہ مسند بہ ہے کیونکہ وہ شا ھد کا فاعل ہے اور فاعل مسند الیہ ہوتا ہے مسند بہ نہیں۔

پھر اس کو خبر بنانا کسی طرح درست ہوسکتا ہے؟ دار العلوم دیونبد کے استاذ الاسا تذہ کا انت کو خبر بتانا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ انھیں خبر کی تعریف ہی معلوم نہیں یا پھر ان کے نزدیک صفت عامل معنوی اور فاعل مسند بہ ہوتا ہے ، مذکورہ مثال میں چونکہ صفت اور اس کا معمول دونوں مفرد ہیں اس لئے" فا ن طا بقت مفردا جا ز الامر ان " کے تحت اسمیں ایک دوسری ترکیب بھی جائز ہے جس کو علامہ جامی نے اسطرح بیان کیا ہے۔" وکو ن ما بعدها

مبتدا و الصفة خبرا مقدما عليه" اس ترکیب کے مطابق انت کو مبتدا بنایا جائے گا اور شا ھد کو اسکی خبر مقدم ۔علم نحو کے اصول کے مطابق اس مثال میں صرف یہی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں انت کو خبر بنانا یہ ایسی پر جہالت ترکیب ہے جو دار العلوم کے استاذ الاسا تذہ ہی کے شایان شان ہے۔

(۸)۔،، قال ،، کو ضمیر مرفوع متصل کے فاعل ہونے کی مثال میں پیش کر کے اس میں ضمیر ھما نکالنا صریح تضاد بیانی ہے کیونکہ پہلے ضمیر مرفوع متصل کو چار میں منحصر کر چکے ہیں جن میں ھما شامل نہیں ہے پھر وہ قالا میں کہاں سے نکل آیا؟

(۹) قا لا کا فاعل ھما کو بتانا تضاد بیانی کے علاوہ فی نفسہ ایک اعلی درجہ کی جہالت بھی ہے۔ کیونکہ ہدایۃً النحو تک میں یہ مسئلہ صراحۃً بیان کیا گیا ہے کہ ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے (۱) واحد مذکر غائب (۲) واحد مونث غائب۔

امام النحو کے صاحبزادے نے نہ جانے کہاں سے قا لا میں ھما کو برآمد کر لیا۔؟

۹ ۔ نصر و ا میں ضمیر ھم نکالنا بھی تضاد پسندی ہے۔

۱۰ ۔ نصروا میں ھم ضمیر کو نائب فاعل بتانا جہل بالائے جہل ہے کیونکہ ماضی کے صیغہ جمع مذکر غائب میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی کما مرّ

دار العلوم دیو بند کے استاذ الاسا تذہ کی نحو دانی کا حیرت انگیز تماشہ دیکھنے کے بعد اس عظیم المرتبت درسگاہ کے درجہ علیا کے ایک مدرس کا تجربہ نحو ملاحظہ فرمائیے شرح ماتہ عامل کی شرح ایضاح العوامل میں مولٰنا ظہور احمد صاحب۔ مدرس درجہ علیا دار العلوم دیو بند "دا خــــلا" کی ترکیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

داخلا صیغہ اسم فاعل اسمیں ضمیر ھو مستتر جو کہ راجع ہے ماموصول کی طرف اس کا نائب فاعل۔

نحو میر میں بھی یہ مسئلہ صراحۃً بیان کیا گیا ہے کہ اسم فاعل فعل معروف کا عمل کرتا ہے اور فعل معروف فاعل کو رفع دیتا ہے نہ کہ نائب فاعل کو لہذا اسم فاعل بھی فاعل ہی کو رفع دیگا۔

مگر ظاہر ہے کہ جب استاذ الاسا تذہ کو نحو میر یاد نہیں تو استاد،، کو کس طرح یاد ہوسکتی ہے اسی لئے اسم فاعل کے لئے نائب فاعل وجود میں آگیا۔

یہی استاذ موصوف با وقا تھا التی ھی الصبا ح ۔الخ ۔ کی ترکیب کرتے ہوئے ۔

ھا ضمیر مضاف الیہ کو موصوف اور التی ھی الصبا ح الخ کو اس کی صفت بتاتے ہیں حالانکہ معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے نہ صفت جیسا کہ صاحب ہدایۃ النحو فرماتے ہیں ۔

والمضمر لا یو صف ولا یو صف بہ

مگر دارالعلوم کے اساتذہ کا عالم ہی نرالا ہے کہ نہ نحو میر یاد نہ ہدایۃ النحو مگر درجہ علیا کے مدرس ۔

اس قسم کے بے شمار عجائب وغرائب علمائے دیوبند کی ہر نحوی تصنیف میں بکھرے ہوئے ہیں مگر ہم بخوف طوالت انھیں چند پر اکتفا کر رہے ہیں جو حضرات ان عجائبات نحویہ کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں وہ صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی ،،البشیر شرح نحو میر،، البشیر الکامل اور بشیر الناجیہ ملاحظہ فرمائیں ان میں صدرالعلما نے علمائے دیوبند کی ایسی ہزار ہا غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے ۔علمائے دیوبند کی ان تصنیفات کا جائزہ لینے کے بعد انہیں کسی ایسے جدید نحو کا موجد تو کہا جاسکتا ہے جس کی ایجاد دارالعلوم دیو بند میں کی گئی ہو مگر ان کو اس نحو عربی کے علما میں شمار نہیں کیا جاسکتا جو تقریبا ساڑھے تیرہ سو سال سے دنیا میں مروج ہے ۔

علم نحو سے متعلق جو گوشے میں نے ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں ان کا حوالہ تحریر کرنے سے پہلے ان کے بارے میں تا حد امکان ہر طرح سے تحقیق وتفتیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔

مگر خطا وغلطی سے معصومیت انسانوں میں صرف انبیا ؤ مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کا خاصہ ہے عام انسان علم ودانش کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہوجائے مگر اس کی رفعت علم ذکاوت فہم اور وسعت نظر کے باوجود اس کی معلومات کو احتمالی خطا سے بالاتر قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ پھر مجھ جیسا انسان جس کو اپنی بے بضاعتی اور تہی دامانی کا پورا پورا احساس ہے اپنی نگارشات کے بے خطا ہونیکا دعوی کس طرح کرسکتا ہے ۔

اس لئے ارباب علم وفضل سے درخواست ہے کہ اگر کسی خامی پر مطلع ہوں تو نشانہ تنقید بنانے کے بجائے اس خاکسار کو آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کیجا سکے ۔

آخر میں میں برادر طریقت فاضل جلیل حضرت علامہ نورالدین صاحب نظامی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اپنی بے بہا نادر ونایاب کتابوں سے استفاضہ کا موقع دیکر اس مقدمہ کی ترتیب وتالیف میں پرخلوص تعاون عطا فرمایا ۔

گدائے مفتی اعظم

مختار احمد قادری

صدرالمدرسین مدرسہ بحرالعلوم بہیڑی ضلع بریلی شریف

۲۴۔ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

تمت بالخیر

فاعل کی پہیلیاں

(۱) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل منصوب اور مفعول مرفوع ہوسکتا ہے؟

(۲) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث لفظی ہو جب بھی فعل مذکر لانا جائز ہے؟

(۳) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث غیر حقیقی ہو جب بھی فعل کو مونث لانا واجب ہے؟

(۴) وہ کونسی صورت ہے کہ فعل و فاعل مونث کے درمیان فاصلہ ہو جب بھی فعل کو مونث لانا واجب ہے؟

(۵) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل جمع مونث حقیقی ہو جب بھی فعل مذکر لایا جاسکتا ہے؟

(۶) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل لفظا مجرور ہوتا ہے؟

(۷) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل ضمیر مونث ہو جب بھی فعل مذکر ہی لایا جائے گا؟

(۸) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث حقیقی ہو جب بھی فعل مذکر لانا واجب ہے؟

(۹) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل واحد مونث حقیقی اسم ظاہر ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ بھی ہو جب بھی فعل کو مذکر و مونث دونوں لانا جائز ہے؟)

(۱۰) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل کو مفعول سے پہلے نہیں لایا جاسکتا؟

(۱۱) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول کو فاعل سے پہلے نہیں لایا جاسکتا؟

(۱۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول الا کے بعد واقع ہو جب بھی فاعل کو مقدم کرنا ضروری نہیں؟

(۱۳) وہ کونسی صورت ہے کہ فعل و فاعل دونوں کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۴) وہ کونسی صورت ہے کہ صرف فعل کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۵) وہ کونسی صورت ہے کہ صرف فاعل کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۶) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مبتداء واقع ہوسکتا ہے؟

(۱۷) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل واحد مذکر ہو جب بھی فعل کو مونث لانا جائز ہے؟

جوابات فاعل کی پہیلیاں

(۱) جب صورۃ و معنٰی التباس کا خوف نہ ہو تو کبھی فاعل کو نصب اور مفعول کو رفع دے دیا جاتا ہے۔ جیسے اہل عرب کا قول خرق الثوب المسمار۔ یعنی کیل نے کپڑے کو پھاڑ دیا۔ یہاں ثوب کو مرفوع پڑھا جاتا ہے اور مسمار کو منصوب حالانکہ مسمار فاعل ہے۔ لیکن یہ صورت سماع پر ہی موقوف ہے اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

شرح ابن عقیل ص ۲۰۸ میں ہے:

وقد يرفع المفعول وينصب الفاعل عند امن اللبس كقولهم خرق الثوب المسمار ولا يقاس ذلك بل يقتصر فيه على السماع

(۲) البشیر شرح نحو میر ص ۱۶۳ میں ہے:

اگر مونث لفظی ایسا اسم ہے جس کو حیوان نر اور مادہ دونوں پر اطلاق کرتے ہیں۔ جیسے حمامة۔ کہ کبوتر اور کبوتری دونوں پر بولا جاتا ہے اور۔ نملة۔ چیونٹی اور چیونٹے دونوں پر بولتے ہیں پس اگر یہ فاعل واقع ہوں تو فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں خواہ اس کا مصداق نر ہو یا مادہ۔ جیسے قالت نملة اور قال نملة دونوں جائز ہے

(۳) جب مونث غیر حقیقی کی ضمیر متصل فاعل ہو تو فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت۔ یعنی ضمیر مونث متصل کے فاعل ہونے کی صورت میں حقیقی و غیر حقیقی کے درمیان فرق نہیں ہے

شرح ابن عقیل ص ۱۸۰ میں ہے:

تلزم تاء التانيث الساكنة للفعل الماضي في موضعين احدهما ان يسند الفعل الى ضمير مونث متصل ولا فرق في ذلك بين المونث الحقيقي و المجازي فتقول هند قامت والشمس طلعت ولا تقول قام ولا طلع

(۴) جب کسی مونث حقیقی کا نام مذکر کے نام پر رکھ دیا جائے تو فعل و فاعل مونث حقیقی

کے درمیان فاصلہ کے باوجود فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے عورت کا نام زید رکھ دیا جائے تو کہا جائیگا قامت الیوم فی الدار زید ''

درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو ص ۷۷ میں ہے:

اذاسمی به امرأة فهذا الخیار غیر ثابت فیه عند الفعل بل یجب تانیث فعله دفعا للالتباس بالمذکر نحو قامت الیوم فی الدار زید

(۵) جب فاعل جمع مونث حقیقی سالم یا غیر سالم ہو تو فعل کو مذکر بھی لایا جا سکتا ہے جیسے قام الهنود و قامت الهنود وقام الهندات و قامت الهندات ''

شرح ابن عقیل ص ۱۸۵ میں ہے:

وان لم یکن جمع سلامة لمذکر بان کان جمع تکسیر لمذکر کالرجال او لمونث کالهنود او جمع سلامة لمؤنث کالهندات جاز اثبات التاء وحذفها فتقول قام الرجال وقامت الرجال وقام الهنود وقامت الهنود وقام الهندات وقامت الهندات۔

(۶) تحسین کلام کے لئے جب فاعل پر حرف جر باز ائدہ یا من زائدہ داخل کر دیا جائے تو فاعل کو جر دے دیا جاتا ہے جیسے کفی بالله شهیدا وما جائنی من احد

(۷) جب فاعل ضمیر منفصل مونث ہو تو فعل کو مذکر ہی لایا جائیگا۔ جیسے'' هند ما قام الا هی ''

شرح ابن عقیل ص ۱۸۳ میں ہے:

فان کان الضمیر منفصلا لم یوت بالتاء نحو هند ما قام الا هی

(۸) جب فعل اور فاعل مونث حقیقی یا غیر حقیقی کے درمیان الا کے ذریعہ فاصلہ ہو تو اس وقت فعل کو مذکر لانا واجب ہے جیسے'' ما قام الا هند وما طلع الا الشمس ''

شرح ابن عقیل ص ۱۸۳ میں ہے:

اذا فصل بین الفعل و الفاعل المونث بالاّ لم یجز اثبات التاء عند الجمهور فتقول ما قام الا هند وما طلع الا الشمس ولا یجوز ما قامت الا هند ولا ما طلعت الا الشمس

(۹) جب افعال مدح وذم کا فاعل واحد مونث حقیقی اسم ظاہر ہو تو فعل کو مذکر و مونث دونوں لا سکتے ہیں جیسے'' نعم المرأة هند ونعمت المرأة هند ''

شرح ابن عقیل ص ۱۸۶ میں ہے:

یجوز فی نعم واخواتها اذا کان فاعلها مونثا اثبات التاء وحذفها وان کان مفردا مونثا حقیقیا فتقول نعم المرأة هند و نعمت المرأة هند

(۱۰) جب مفعول کی طرف لوٹنے والی ضمیر فاعل سے متصل ہو یا فاعل الا یا معنیٰ الا کے بعد واقع ہوا ہو یا مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو اور فاعل ضمیر متصل بالفعل نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں فاعل کو مفعول سے پہلے نہیں لایا جا سکتا جیسے پہلی مثال'' ضرب زیدا غلامه'' دوسری مثال'' ما ضرب عمرا الا زید'' تیسری مثال'' انما ضرب عمراً زید'' چوتھی مثال'' ضربك زید ''

فوائد ضیائیہ ص ۶۳ میں ہے:

واذا اتصل به ای بالفاعل ضمیر مفعول نحو ضرب زیدا غلامه او وقع ای الفاعل بعد الا المتوسطة بینهما فی صورتی التقدیم والتاخیر نحو ما ضرب عمرا الا زید او وقع الفاعل بعد معناها ای معنی الا نحو انما ضرب عمرا زید او اتصل مفعوله به بان یکون المفعول ضمیرا متصلا بزید وجب تاخیره ای تاخیر الفاعل عن المفعول فی جمیع هذه الصور

(۱۱) جب فاعل ومفعول دونوں میں اعراب لفظی موجود نہ ہو اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے یا فاعل ضمیر متصل واقع ہوا ہو اور مفعول خواہ اسم ظاہر ہو یا ضمیر متصل یا منفصل یا مفعول الاّ کے بعد یا اس کے معنی کے بعد واقع ہوا ہو تو ان تمام صورتوں میں مفعول کو فاعل سے پہلے نہیں لایا جا سکتا جیسے۔ پہلی مثال'' ضرب موسی عیسیٰ'' دوسری مثال'' ضربت زیدا ۔ ضربتك۔ ما ضربت الا ایاك ۔ تیسری مثال'' ما ضرب زید الاعمرا وانما ضرب زید عمرا ۔

کافیہ ص ۱۳ میں ہے:

واذا انتفی الاعراب فیهما لفظا و القرینة او کان مضمرا متصلا او وقع مفعوله بعد الا او معناها وجب تقدیمه

(۱۲) جب الا فاعل ومفعول کے درمیان واقع نہ ہو اس طور پر کہ مفعول کو فاعل پر الا کے ساتھ کر دیا جائے تو فاعل کو مقدم کرنا ضروری نہیں حالانکہ مفعول الا کے بعد واقع ہے جیسے " ما ضرب الا عمرا زيد " ظاہر ہے کہ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ زید کی ضاربیۃ عمر میں منحصر ہے کیونکہ حصر اسی کلمہ میں ہوتا ہے جو الا سے متصل ہو تو جو حصر مطلوب ہے وہ فوت نہیں ہوگا لہذا فاعل کو مقدم کرنا واجب نہیں ہوگا

فوائد ضیائیہ ص ۶۲ میں ہے:

وانما قلنا بشرط تو سطها بينهما فى صورتى التقديم و التاخير لانه لو قدم المفعول على الفاعل مع الا فيقال ما ضرب الا عمرا زيد فالظاهر ان معنا ها الا نحصار رضا ربية زيد فى عمر واذا لحصر انما هو فى ما يلى الا فلا ينقلب الحصر المطلوب فلا يجب تقديم الفاعل

(۱۳) جب کسی سوال کا جواب حروف ایجاب کے ذریعہ واقع ہو تو فعل وفاعل دونوں کو حذف کیا جاسکتا ہے جیسے نعم اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا" اقا م زيد۔

کافیہ ص ۱۴ میں ہے:

و قد يحذ فا ن معا فى مثل نعم لمن قال اقام زيد"

جامع الغموض شرح کافیہ جلد اول ص ۱۶۳ میں ہے:

مراد از مثل نعم وقوع جواب از حروف ایجاب است

(۱۴) جس وقت سوال مذکور یا مقدر فعل کے حذف پر قرینہ ہو تو صرف فعل کو حذف کیا جاسکتا ہے جیسے "زید" اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا" من قام" یا جیسے "وليبك يزيد ضا رع لخصومة ۔

کافیہ ص ۱۴ میں ہے:

وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازا فى مثل زيد لمن قال من قام۔ شعر ۔ و ليبك يزيد ضرع لخصومة"

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۱ میں ہے:

و باید دانست کہ حذف فعل از روئے جواز بر دو قسم است یکے در جواب سوال مذکور یعنی

ملفوظ کما مر و دوم در جواب سوال مقدر چنانچہ اشارہ کرد مصنف علیہ الرحمۃ بسوئے آں بقول شاعر کہ در مرثیہ یزید بن نہشل است "وليبك الخ

(۱۵) جب مفعول فاعل کے قائم مقام ہو تو فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ضرب زيد۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۳ میں ہے:

اما حذف فاعل بدون فعل جائز نیست مگر وقتیکہ مفعول قائم شود مقام فاعل

(۱۶) جب صفت کا صیغہ حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع ہوا ہو اور وہ اسم ظاہر کو رافع بھی ہو تو مبتداء بنانا درست ہوگا لیکن مابعد فاعل ہوگا جو خبر کے قائم مقام ہوگا اب اگر مبتداء وخبر جو حقیقت میں فاعل ہے ۔۔ افراد میں مطابق ہوں یعنی دونوں واحد ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ صفت کا صیغہ مبتداء ہو اور اس کا مابعد فاعل خبر کے قائم مقام ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ مابعد مبتداء موخر ہو اور صفت کا صیغہ خبر مقدم ہو جیسے اللہ تعالے کا فرمان مقدس اراغب انت عن الهتي يا ابراهيم " اس میں" اراغب" مبتدا ہے اور انت فاعل خبر کے قائم مقام ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انت مبتداء موخر ہو اور اراغب خبر مقدم تو یہاں انت فاعل تھا اس کو مبتداء بنانا بھی جائز ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۷۵ میں ہے:

فان تطا بقا افرا دا نحو ا قا ئم زيد جاز فيه و جها ن احد هما ان يكو ن الوصف مبتداء وما بعد ه فا عل سد مسد ا لخبر ۔ والثا نى ان يكو ن ما بعده مبتداء مو خرا و يكو ن الوصف خبرا مقدما و منه قو له تعا لى ارا غب انت عن ا لهتى يا ابرا هيم فيجوز ان يكون اراغب مبتداء و انت فاعل سد مسد الخبر۔

(۱۷) جب فاعل مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ مونث ہو اس طرح کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسکے مقام پر رکھنا درست ہو تو فعل کو مونث لانا صحیح ہوگا کیونکہ یہ مذکر اب مونث کے حکم میں ہے جیسے" قطعت بعض اصا بعة " اس مثال میں بعض فاعل مذکر مضاف ہے جس کا فعل مونث لایا گیا ہے چونکہ اس کو حذف کر کے اصابع کو اسکے مقام پر رکھ کر" قطعت اصابعه" کہنا درست ہے،

شرح ابن عقیل ص۲۹۸میں ہے:

قد یکتسب المضاف المذکر من المو نث المضاف الیه التانیث بشرط ان یکو ن المضاف صا لحا للحذف و اقامة المضاف الیه مقامه و یفهم منه ذ لك المعنی نحو قطعت بعض اصابعه فصح تانیث بعض لا ضافته الی اصابع وهو مونث لصحة الا ستغناء با صا بع عنه فتقو ل قطعت اصا بعه ۔

نائب فاعل یعنی
مفعول مالم یسم فاعلہ کی پہیلیاں

(۱)وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا درست نہیں؟

(۲)وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا خلاف اولی ہے؟

(۳)وہ کونسی صورت ہے کہ باب اعطیت کے دوسرے مفعول کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟

(۴)وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟

(۵)وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟

(۶)وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف زمان اور ظرف مکان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟

(۷)وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ کو نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے؟

(۸)وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق قید مخصص کے ساتھ مقید ہو پھر بھی اس کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا ہے؟

جوابات نائب فاعل کی پہیلیاں

(۱)جب مفعول بہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث واقع ہو تو ان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا ۔کیونکہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث اپنے ماقبل کے مفعول کی طرف ہمیشہ اسناد تام کے ساتھ مسند ہوتے ہیں اس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا وخبر ہیں اب اگر ان کو نائب فاعل بنادیا جائے تو یہ اسناد تام کے ساتھ مسند الیہ ہونگے اور ان کا مسند ہونا بھی باقی رہیگا لہٰذا ایک کلمہ کا بیک وقت ایک ہی ترکیب میں مسند الیہ اور مسند

ہونا لازم آئیگا اور یہ باطل ہے

حاشیہ کافیہ ص ۱۷ میں ہے:

ای لا یقع المفعول الثانی من باب علمت قائما مقام الفاعل لان المفعول الثانی من باب علمت مسند الی المفعول الاول اسنادا تاما دائما لکونہا مبتداء و خبرا فی الاصل فلو وقع مقام الفاعل لکان مسندا و مسند الیہ فی حالة واحدة وھو غیر جائز ولا یقع المفعول الثالث من باب اعلمت نحو اعلمت زیدا عمرا خیر الناس موقع الفاعل لان المفعول الثالث یکون مسندا الی المفعول الثانی فلو وقع موقع الفاعل لکان مسندا و مسندا الیہ فی حالة واحدة وانہ غیر جائز۔

(۲) جب مفعول بہ اعطیت کا مفعول ثانی ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا خلاف اولی ہے اور مفعول اول کو بنانا اولی ہے کیونکہ مفعول اول میں فاعلیت کے معنی موجود ہیں برخلاف مفعول ثانی کیونکہ اس میں ایسا نہیں اس لئے کہ " اعطیت زیدا درھما" میں زید آخذ ہے اور درہما ماخوذ ہے لہٰذا جو فاعل کے مشابہ ہے اسی کو نائب فاعل بنانا اولی ہے بمقابلہ ثانی۔

کافیہ ص ۱۷ میں ہے:

والاول من باب اعطیت اولی من الثانی "

جامع الغموض جلد اول شرح کافیہ ص ۱۸۵ میں ہے:

درمفعول اول معنی فاعلیت است زیرا کہ زید در مثال مذکور آخذ است و درہم ماخوذ است پس مفعول اول بفاعل مشابہ است پس قیام او مقام فاعل اولی وانسب خواہد بود از قیام مفعول ثانی مقام فاعل۔

(۳) جب باب اعطیت کے مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانے سے التباس لازم آئے تو مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانا درست نہیں جیسے" اعطی زید عمروا " یہاں دونوں میں سے ہر ایک آخذ و ماخوذ ہوسکتا ہے لہٰذا دوسرے کو نائب فاعل بنانے سے التباس لازم آئیگا اور یہ بات " اعطیت زید درھما" میں نہیں کیونکہ یہاں زید کا آخذ ہونا متعین ہے لہٰذا اس التباس کے پیش نظر دوسرے کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا۔

غایۃ التحقیق شرح کافیہ ص ۶۷ میں ہے:

و یجب اقامتہ عند اللبس نحو اعطی زید عمروا فان کل واحد من مفعولیہ یصلح ان یکون آخذا او ماخوذا بخلاف اعطیت زیدا درھما فان الثانی لا یصلح ان یکون آخذا بل تعین لکونہ ماخوذا فلا لبس فی اقامتہ۔

(۴) ظرف جب لازم ظرفیت ہو تو اس کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا اور اس ظرف کو ظرف غیر متصرف بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ ظرف جس میں تصرف نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو ظرفیت کی بنا پر نصب لازم ہے جیسے" سحر" جبکہ اس سے کسی معین دن کا سحر مراد ہو اور جیسے عندك " لہٰذا" جلس عند" اور" رکب سحر" نہیں کہہ سکتے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۴ میں ہے:

وباید دانست کہ ہر ظرف قائم نمی شود مقام فاعل بلکہ آں ظرف کہ لازم ظرفیت نہ باشد

شرح ابن عقیل ص ۱۹۶ میں ہے:

واحترز بذلك مما لا یصلح للنیابة کالظرف الذی لا یتصرف والمراد بہ ما لزم النصب علی الظرفیة نحو سحر اذا ارید بہ سحر یوم بعینہ و نحو عندك فلا تقول جلس عند ولا رکب سحر لئلا تخرجھما عما استقر لھما فی لسان العرب من لزوم النصب

(۵) جب مفعول مطلق کسی قید مخصص کے ساتھ مقید نہ ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا درست نہیں۔ کیونکہ ہر فعل تضمنا اپنے مصدر پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اسکو نائب فاعل بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۴ میں ہے:

تنبیہ است برا اینکہ ہر مفعول مطلق قائم نمی شود مقام فاعل بل آں مفعول مطلق قائم می شود مقام فاعل کہ بقید مخصص مقید باشد زیرا کہ ہر فعل را بر مصدر خود دلالت تضمنی است پس فائدہ نیست درا قامت آں مفعول مطلق مقام فاعل کہ محل فائدہ است۔

(۶) جب ظرف زمان و مکان مبہم ہوں تو ان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ان پر تو فعل کی دلالت ہوتی ہی ہے فعل کہ دلالت زمان مبہم پر تضمنی ہے اور مکان مبہم پر التزامی ہے

کیونکہ ہر فعل کے لئے مکان لازم ہے۔

جامع الغموض شرح کافیہ ص۱۸۴ میں ہے:

ونیز ہر ظرف قائم نمی شود مقام فاعل بل آں ظرف کہ محدود باشد نہ مبہم از انکہ ہر فعل دلالت بر زمان مبہم است بدلالت تضمنی کما ھو الظاھر وبر مکان مبہم است بدلالت التزام زیرا کہ ہر فعل را مکان لازم است پس در قیام ایں ہر دو فائدہ نیست۔

(۷) جب مفعول لہ کے حرف کو ظاہر کر دیا جائے تو اس کو نائب فاعل بنایا جا سکتا ہے جیسے ضرب للتادیب البتہ جب حرف جر مقدر ہو تو نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اس صورت میں نصب مفعول لہ کی علامت ہے اور نائب فاعل بنانے کی صورت میں یہ فوت ہو جائیگی لیکن جب حرف جر ظاہر ہوگا تو یہ خرابی لازم نہیں آئے گی۔

جامع الغموض جلد اول ص۱۸۱ میں ہے:

پس اولی در وجہ اینست کہ مفعول لہ واقع نمی شود مقام فاعل از انکہ نصب در وے مشعر بعلیت است فوت خواہد شد بخلاف آں مفعول کہ با ظہار لام است " مثل ضرب للتادیب" زیرا کہ از قیام او مقام فاعل محذور مذکور لازم نمی آید۔

(۸) جب مفعول مطلق لازم النصب ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا درست نہیں جیسے " سبحان اللہ معا ذاللہ " کیونکہ یہ دونوں لازم النصب ہیں اب اگر ان کو نائب فاعل بنا دیا جائے تو مرفوع ہو جائیں گے اور یہ نا جائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص۱۸۳ میں ہے:

وہم چنیں آں مفعول مطلق قائم نمی شود مقام فاعل کہ لازم النصب بود چوں" سبحان اللہ و معا ذاللہ " زیرا کہ ایں ہر دو لازم النصب اند پس چگونہ قائم شود مقام فاعل کہ مرفوع است۔

مبتدا وخبر کی پہیلیاں

(۱) وہ کونسی صورت ہے کہ نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے؟

(۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ خبر جملہ واقع ہو پھر بھی کسی عائد کا ہونا ضروری نہیں ؟

(۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا کو موخر کرنا واجب ہے ؟

(۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا کو حذف کرنا واجب ہے؟

(۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟

(۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حرف نفی یا استفہام کے بعد صفت کا صیغہ واقع ہو اور اسم ظاہر کو رافع بھی ہو پھر بھی اس کو مبتدا بنانا درست نہیں؟

(۷)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مبتداء وخبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری نہیں؟

(۸)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مطابقت کے لئے صرف دو شرطیں کافی ہیں؟

(۹)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ خبر مشتق ہو پھر بھی اس میں ضمیر نہیں ہوتی ؟

(۱۰)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف زمان خبر واقع نہیں ہوتا؟

(۱۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ خبر اسم تفضیل مشتق ہو پھر بھی مطابقت ضروری نہیں؟

(۱۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا معنی شرط کو متضمن ہو اسکے باوجود خبر میں فالانا ممنوع ہے؟

(۱۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حذف کرنا واجب ہے لیکن محذوف کا قائم مقام ہونا شرط نہیں؟

جوابات مبتداوخبر کی پہیلیاں

(۱)۔جب نکرہ میں کسی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جائے تو نکرہ بھی مبتدا واقع ہوسکتا ہے تخصیص کی چند صورتیں ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) ۔نکرہ کی صفت بیان کی جائے جیسے: ولعبد مؤ من خیر من مشرك

(۲)۔ خبر کو ظرف ہونے کی حالت میں مقدم کر دیا جائے۔جیسے فی الدا ر رجل

(۳)۔نکرہ حیز نفی میں واقع ہو۔جیسے: و ما احد خیر منك

(۴)۔نکرہ جب باعتبار معنی محصور ہو۔جیسے: شرا ھر ذا نا ب

کافیہ ص۱۹ میں ہے:

وقد یکون المبتدا ء نکرۃ اذا تخصصت بو جه ما مثل ولعبد مئو من خیر من مشرك وما احد خیر منك و شراھر ذا نا ب و فی الدا ر رجل ۔

اور شرح ابن عقیل ص ۸۳ میں ہے:

و قد یکون نکرۃ لکن بشرط ان تفید و تحصل الفا ئدۃ با حد امور ۔ احدھا ان یتقدم الخبر علیها وھو ظرف وجا رو مجرور نحو فی الدار رجل و عند زید تمرۃ الثالث ان یتقدم علیها نفی نحو ما خل لنا الرا بع ان تو صف نحو رجل من الکرام عند نا الخا مس ا ن تکون فی معنی المحصور نحو شرا ھر ذا نا ب۔

(۲)۔جب خبر واقع ہونے والا جملہ مبتدا کے ساتھ معنوی طور پر عینیت رکھتا ہو تو اس میں کسی عائد یا رابطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔جیسے۔ نطقی اللہ حسبی قولی لا الہ الا اللہ پہلے جملہ میں نطقی مبتدا ہے اور اسم جلالت مبتدا ثانی ہے اور حسبی مبتدا ثانی کی خبر واقع ہے اور مبتدا ثانی خبر کے ساتھ مبتداء اول کی خبر ہے اور اسی پر قولی لاالہ الااللہ وقیاس کرلو۔

شرح ابن عقیل ص ۷۸ میں ہے:

وان کانت الجملة الوا قعة خبرا ھی المبتدا ء فی المعنی لم تحتج الی رابط کقو لك نطقی اللہ حسبی فنطقی مبتدا ء و الاسم الکریم مبتداء ثا ن و حسبی خبر عن المبتدا ء الثا نی و المبتداء الثا نی والخبر خبر عن المبتدا ء الاول و

استغنی عن الرا بط لان قو لك اللہ حسبی ھو معنی نطقی و کذا لك قو لی لا الہ الا اللہ۔

(۳)۔اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) جب خبر مفرد ایسے کلمہ کو متضمن ہو جو صدر کلام کو چاہتا ہے۔جیسے: این زید ۔

(۲) خبر باعتبار تقدیم مبتدا کو مبتدا بننے کے لائق بناتی ہو۔جیسے: فی الدا ر رجل۔

(۳) خبر کے متعلق کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر جانب مبتداء میں ہو۔جیسے: علی التمرۃ مثلها زبدا

(۴) خبر کا حصر مبتدا میں ہو۔جیسے: انما فی الدار زید ۔ وما فی الدا ر الا زید۔

(۵) خبر ایسی خبر ہو کہ انّ مفتوحہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ تاویل میں مفرد ہو کر مبتداء واقع ہو۔جیسے عندی انك قا ئم ۔

(۶) مبتدا پر فا جزائیہ داخل ہو۔جیسے اما عند ك فزید۔

(۷) خبر اسم اشارہ مکانی ہو۔جیسے ثم زید ۔

(۸) مبتدا کی خبر کم خبریہ ہو۔جیسے کم درھم ما لك۔

(۹) مبتدا کی خبر کا مضاف الیہ کم خبریہ ہو۔جیسے صا حب کم غلا م انت ۔

(۱۰) خبر کی تاخیر مقصود میں مخل ہو۔جیسے: للہ درك کیونکہ تاخیر سے تعجب مفہوم نہیں ہوتا جو اس مثال میں مقصود ہے کذا فی الجوا ھر الصا فیه۔

کافیہ ص۲۰ میں ہے:

وا ذا تضمن الخبر المفر د ما له صدر الکلام مثل این زید او کا ن مصححا له مثل فی الدار رجل او لمتعلقه ضمیر فی المبتدا ء مثل علی التمر ۃ مثلها زبدا او کا ن خبرا عن ان مثل عندی انك قا ئم وجب تقد یمه۔

اور شرح ابن عقیل ص ۹۳ میں ہے:

الرا بع ان یکون المبتدا ء محصو را نحو انما فی الدا ر زید و ما فی الدا ر الا زید

(۴)۔جب نعت کو رفع کے ذریعہ نعتیت سے قطع کر لیا جائے بقصد مدح یا ذم یا ترحم

جیسے الحمد لله اهل الحمد کہ تقدیر عبارت هو اهل الحمد ۔

یا خبر مخصوص بالمدح یا بالذم ہو جیسے نعم الرجل زید و بئس الرجل عمرو کہ تقدیر عبارت هو زید اور هو عمرو ہے۔

یا خبر مصدر ہو جو فعل کے قائم مقام ہو جیسے صبر جمیل تقدیر عبارت ہے:

صبری صبر جمیل ۔

صبری مبتدا ہے اور صبر جمیل اسکی خبر اور مبتداء کو حذف کرنا یہاں واجب ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۹۷ میں ہے:

النعت المقطوع الی الرفع فی مدح نحو مررت بزید الکریم او ذم نحو مررت بزید الخبیث او ترحم نحو مررت بزید المسکین فالمبتداء محذوف فی مثل هذه المثل و نحوها وجوبا والتقدیر هو الکریم وهو الخبیث وهو المسکین۔ الموضع الثانی ان یکون الخبر مخصوص نعم او بئس نحو نعم الرجل زید و بئس الرجل عمرو فزید و عمرو خبران لمبتداء محذوف وجوبا و التقدیر هو زید ای الممدوح وهو عمرو ای المذموم۔ الموضع الرابع ان یکون الخبر مصدرا نائبا مناب الفعل نحو صبر جمیل التقدیر صبری صبر جمیل فصبری مبتداء و صبر جمیل خبره ثم حذف المبتداء الذی هو صبری وجوبا۔

کافیہ ص ۲۲ میں ہے:

و وجوبا فیما التزم فی موضعه غیره۔

اور اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) جب مبتداء لولا کے بعد واقع ہو اور خبر افعال عامہ سے ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے ۔ جیسے: لولا زید لکان کذا تقدیر عبارت لولا زید موجود ہے موجود کو حذف کر کے لکان کذا کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۲ میں ہے:

ای لولا زید موجود لان لولا لامتناع الشئی لوجود غیره فیدل علی الوجود وقد التزم فی موضع الخبر جواب لولا فیجب حذفه لقیام قرینة والتزام

قائم مقامه هذا اذا کان الخبر عاما و اما اذا کان خاصا فلا یجب حذفه۔

(۲) ہر وہ مبتدا جو صورۃ یا تاویلا مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں اس کے بعد مذکور ہوں اور اس مصدر کے بعد حال ہو یا مبتدا اسم تفضیل ہو اور یہ مصدر مذکور مقید بجمیع قیود کی جانب مضاف ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے:

ذهابی راجلا و ضرب زید قائما و ضربی زیدا قائما او قائمین وان ضربت زیدا قائما ۔ واکثر شربی السویق ملتوتا ۔ واکثر ضرب زید قائما و اشد ما یضرب زید عمرو قائما واخطب ما یکون الامیر قائما۔

بصریوں کے مذہب کے مطابق تقدیر عبارت اس طرح ہے: ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما پھر حاصل کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ ظروف کے متعلقات کے بارے میں اکثر ہوتا ہے۔ جیسے: زید عندك تو اذا کان قائما باقی رہا اس کے بعد اذا مع اپنی شرط کے جو حال میں عامل ہے حذف کر دیا گیا اور حال کو ظرف کی جگہ قائم کر دیا گیا اس لئے کہ حال میں ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں اب حال ظرف کے قائم مقام ہے اور ظرف خبر کے قائم مقام ہوا۔ تو حال اس واسطہ سے خبر کے قائم مقام ہوا۔ لہٰذا خبر کو التزام غیر کی وجہ سے حذف کرنا واجب ہوا ۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۳ میں ہے:

و ثانیها کل مبتداء کان مصدرا صورة او بتاویله منسوبا الی الفاعل او المفعول او کلیهما و بعده حال او کان اسم تفضیل مضافا الی ذلك المصدر و ذلك مثل ذهابی راجلا و ضرب زید قائما اذا کان زید مفعولا به و مثل ضربی زیدا قائما او قائمین وان ضربت زیدا قائما و اکثر شربی السویق ملتوتا واخطب ما یکون الامیر قائما فذهب البصریون الی ان تقدیره ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما فحذف حاصل کما تحذف متعلقات الظروف نحو زید عندك فبقی اذا کان قائما ثم حذف اذا مع شرطه العامل فی الحال و اقیم الحال مقام الظرف لان فی الحال معنیٰ الظرفیه فالحال قائم مقام الظرف القائم مقام الخبر فیکون الحال قائم مقام الخبر۔

(۳) مبتدا کے بعد واو ہو اور یہ معیت کے لئے نص ہو یعنی مع کے معنی میں متعین ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: کل رجل و ضیعته یہاں کل مبتدا ہے اور ضیعته کل پر معطوف ہے اور خبر محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے: کل رجل و ضیعته مقترنا ن۔

شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثالث ان یقع بعد المبتدا ء و او وهی نص فی المعیة نحو کل رجل و ضیعته فکل مبتداء وقوله و ضیعته معطوف علی کل و الخبر محذوف والتقدیر کل رجل و ضیعته مقتر نا ن و یقدر الخبر بعد واو المعیه۔

(۴) مبتدا یمین یعنی قسم کے لئے ہو تو بھی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: لعمرك لا فعلن تقدیر عبارت ہے لعمرك قسمی۔ عمرك مبتدا ہے اور قسمی اس کی خبر ہے اور اسکا حذف واجب ہے کیونکہ جواب قسم اس کے قائم مقام ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثانی ان یکون المبتداء نصا فی الیمین نحو لعمرك لافعلن التقدیر لعمرك قسمی فعمرك مبتداء وقسمی خبر ولا یجوز التصریح به۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۴ میں ہے:

فلا شك ان لعمرك یدل علی القسم المحذوف وجوا ب القسم قائم مقامه فیجب حذفه ۔

(۶)۔ جب ان تمام چیزوں کے باوجود کلام تام نہ ہوتا ہو تو صفت کو مبتدا بنانا درست نہیں جیسے: اقا ئم ابوا ہ زید میں قا ئم کو مبتدا بنانا درست نہیں اس لئے کہ یہ اپنے فاعل سے مل کر بھی مستغنی نہیں ہے اور کلام پورا نہیں ہوتا بلکہ ترکیب اس طرح ہے کہ زید مبتدا موخر ہے اور قا ئم خبر مقدم ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۸۳ میں ہے:

و تم الکلا م به فا ن لم یتم به لم یکن مبتدا ء نحو اقا ئم ابو ا ه زید فزید مبتدا ء موخر و قا ئم خبره مقدم و ابو اه فا عل لقا ئم ولا یجوز ان یکو ن قا ئم مبتدا ء لانه لا یستغنی بفا عله حینئذ اذ لا یقا ل اقا ئم ابواه فیتم الکلا م ۔

(۷)۔ مبتداء مونث ہو تو مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو گئی تو مبتداء و خبر کے درمیان مطابقت ضروری نہیں ہو گی۔

(۱) یہ کہ خبر مشتق ہو یا اسم منسوب لہٰذا هی اسم و فعل و حرف جائز ہے

(۲) یہ کہ خبر میں ایسی ضمیر ہو جس کا مرجع مبتداء ہو لہٰذا مكة امن اهلها بھی جائز ہے۔

(۳) یہ کہ خبر ایسا لفظ نہ ہو جو مذکر و مونث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

حاشیہ زینی زادہ ص ۶ میں ہے:

ثم ان وجوب مطابقة الخبر للمبتدا ء مشروطة بثلثة اشیا ء الاول الاشتقاق او ما فی حکمه کا لا سم المنسو ب و الثا نی الاسنا د الی الضمیر الراجع الی المبتدا ء بشر ط کو نه تحته و الثا لث عدم التسا وی بین المذ کر و المو نث کجر یح و صبور

(۴) یہ کہ جب ایسی صفت نہ ہو جو مونث کے ساتھ خاص ہے لہٰذا المرا ۃ حا ئض جائز ہے اس لئے کہ یہ صفت عورت ہی کے ساتھ خاص ہے۔

تحریر سنبٹ شرح کافیہ ص ۹ میں ہے:

و خا مسها ان لا یکو ن الخبر صفة خا صة للمو نث فلا یرد بنحو المراة حا ئض۔

(۸)۔ اگر مبتداء مذکر ہو گا تو صرف دو شرطوں سے مبتداء و خبر کے درمیان مطابقت واجب ہو جائیگی۔

(۱) خبر مشتق یا اسم منسوب ہو۔

(۲) خبر میں مبتداء کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو۔

کذا فی الجوا هر الصا فیه

(۹)۔ وہ مشتق جو جاری مجری فعل نہ ہو وہ حامل ضمیر نہیں ہوتا جیسے اسم آلہ۔ اسم ظرف زمان و مکان لہٰذا هذا مفتا ح و هذا مر می زید میں خبر مشتق ہے لیکن حامل ضمیر نہیں۔

شرح ابن عقیل ص۷۹ میں ہے:

فاما ما لیس جار یا مجری الفعل من المشتقا ت فلا یتحمل ضمیر ا و ذلك کا سما ء الآ لة نحو مفتا ح فانه مشتق من الفتح ولا یتحمل ضمیر ا فا ذا قلت ھذا مفتا ح لم یکن فیه ضمیر و کذلك ما کا ن علی صیغة مفعل و قصد به الزما ن او المکا ن کمرمی فانه مشتق من الرمی ولا یتحمل ضیمرا فاذا قلت ھذا مرمی زید تر ید مکا ن رمیة او زما ن رمیة کا ن الخبر مشتقا ولاضمیر فیه۔

(۱۰)۔ جب مبتدا ذات ہوتو ظرف زمان خبر واقع نہیں ہوسکتا۔ جیسے زیدالیوم کہنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی فائدہ مقصود ہوتو بعض کے نزدیک واقع ہوسکتا ہے لیکن جمہور بصریوں کے نزدیک مطلقا ممنوع ہے۔

شرح ابن عقیل ص۸۲ میں ہے:

فان لم یفد لم یقع خبرا عن الجثه نحو زید الیوم والی ھذا ذھب قوم منھم المصنف و ذھب غیر ھٰولا ء الی المنع مطلقا فان جا ء من ذا لك یؤ ول قولھم اللیلة الھلا ل و المر طب شھر ی ربیع التقدیر طلوع الھلا ل اللیلة ووجو د المر طب شھری ربیع ھذا مذھب جمھو ر البصریین ۔

(۱۱)۔ جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ذریعہ ہوتو مبتداء اگرچہ مونث ہو لیکن خبر اسم تفضیل ہمیشہ صیغہ واحد مذکر ہی ہوگا۔

ہدایۃ النحو ص۸۰ میں ہے:

وفی الثا لث یجب کو نه مفردا مذکر ا ابدا نحو زید و ھند و الزید ان و الھندان والزیدون والھندات افضل من عمرو

(۱۲) وہ مبتداء جو معنی شرط کو متضمن ہے وہ خبر سے موخر ہو اور خبر مقدم تو خبر میں فاء لانا ممنوع ہے جیسے له درھم الذی یا تینی

الجواہر الصافیہ ص۳۸۱ میں ہے:

مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مبتداء سے خبر مقدم نہ ہو ورنہ فاء کا دخول خبر پر ممنوع ہے جیسے: اله درھم الذی یا تینی۔

(۱۳)۔ جب مبتداء کو حذف کرنا واجب ہو تو کسی قائم مقام کا ہونا شرط نہیں ہے جیسے الحمد لله اهل الحمد

الجواہر الصافیہ ص۳۹۰ میں ہے:

یہ بات یاد رکھی جائے کہ خبر کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط ہے اور مبتداء کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط نہیں جیسے الحمد لله اهل الحمد میں مبتداء کا حذف واجب ہے اور قائم مقام کوئی نہیں وجہ فرق یہ ہے کہ مخبر کا مقصود خبر ہوتی ہے اس لئے مبتداء کی بہ نسبت خبر مہتم بالشان ہے اور خبر کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط ہے۔

خبر حروف مشبہ بالفعل کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہوسکتی ہے؟

(۲)۔وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا واجب ہے؟

(۳)۔وہ کون سی صورت ہے کہ ایک اسم مبتداء کی خبر تو ہوسکتا ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل کی خبر واقع نہیں ہوسکتا؟

(۴)۔وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کا اسم معرفہ ہو جب بھی خبر کو مقدم کرنا واجب ہے؟

جوابات خبر حروف مشبہ بالفعل کی پہیلیاں

(۱)جب حروف مشبہ بالفعل کی خبر ظرف ہوتو اس وقت خبر کو اسم پر مقدم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نحاۃ کے نزدیک کثرت استعمال کی وجہ سے اس میں وہ گنجائش ہے جو دوسرے میں نہیں جیسے ان فی الدا ر زیدا ہدایۃ النخوص۳۰ میں ہے:

ولا یجوز تقدیم اخبا رھا علی اسما ئھا الا اذا کا ن ظرفا نحو ان فی الدار زیدا لمجا ل التوسع فی الظروف

(۲)۔جب حروف مشبہ بالفعل کا اسم نکرہ ہواور خبر ظرف ہوتو خبر کو اسم پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے: ان من البیان لسحراوان من الشعر لحکمۃ ۔

فوائد ضیائیہ ص۹۶ میں ہے:

وفی وجوبہ اذا کا ن الاسم نکرۃ نحو ان من البیا ن لسحرا وان من الشعر لحکمۃ و ذلك لتو سعھم فی الظروف ما لا یتو سع فی غیر ھا۔

(۳)۔ ایـــن اور من جیسے مفردات جو معنی استفہام کو متضمن ہوتے ہیں اور صدارت کلام کو چاہتے ہیں وہ مبتداء کی خبر تو واقع ہو سکتے ہیں لیکن حروف مشبہ بالفعل کی خبر واقع نہیں ہو سکتے لہٰذا ان این زید اور ان من ابا ك نہیں کہہ سکتے این زید اور من ابوك کہہ سکتے ہیں۔

فوائد ضیائیہ ص۸۶ میں ہے:

ولا یجوز ان یقا ل ان این زید او ان من ابا ك .

ہدایۃ النحو کے حاشیہ ص۳۰ میں ہے:

آمدن اسم مفرد کہ دراں معنے استفہام باشد خبر ازیں حروف درست نیست وخبر مبتداء می آید پس ان این زید اگفتہ نخواہد شد

کافیہ کے حاشیہ ص۱۸ میں ہے:

وقد یخالف خبر المبتداء فی انھا لا یکون مفردا متضمنا لما لہ صدرالکلام۔

(۴)۔جب جانب اسم میں کوئی ضمیر ہو جو جانب خبر میں کسی کی طرف راجع ہوتو اسم کے معرفہ ہونے کے باوجود خبر کو مقدم کرنا واجب ہے تا کہ اضمار قبل الذکر لفظا ورتبۃ لازم نہ آئے

جیسے: لیت فی الدار صا حبھا۔

شرح ابن عقیل ص۱۳۱ میں ہے:

والثا نی انہ یجب تقدیمہ نحو لیت فی الدار صا حبھا فلا یجوز تا خیر فی الدا ر لئلا یعو د الضمیر علی متا خر لفظا و رتبۃ ۔

مفعول مطلق کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق تثنیہ وجمع نہیں لایا جاسکتا؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کا عامل حذف نہیں کیا جاسکتا؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات مفعول مطلق کی پہیلیاں

(۱)۔جب مفعول مطلق تاکید کے لئے ہو تو اس کو تثنیہ وجمع نہیں لایا جاسکتا کیونکہ یہ ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو تعدد سے خالی ہے اور تثنیہ وجمع میں تعدد پایا جاتا ہے لہٰذا دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا جیسے: جلست جلو سین و جلست جلسات کہنا درست نہیں۔

جامع الغموض جلد دوم ص۸۰ میں ہے:

یعنی مفعول مطلق کہ برائے تاکید است تثنیہ وجمع کردہ نمی شود زیرا کہ دلالت کند بر ماہیتے کہ از دلالت بر تعداد عاری است و تثنیہ وجمع را تعداد مستلزم است پس ممکن نیست کہ مفعول مطلق کہ برائے تاکید بود تثنیہ وجمع کردہ شود پس صحیح نیست۔

(۲)۔وہ مفعول مطلق جسکی تاکید لائی گئی ہو اس کے عامل کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ اپنے عامل کی تقریر وتقویت کے لئے آتا ہے اور عامل کا حذف کردینا اس تقریر وتقویت کے منافی ہے جیسے: ضربت ضربا شدیدا میں ضربت کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔

شرح ابن عقیل ص۲۲۱ میں ہے:

المصدر المئو کد لا یجوز حذف عا مله لا نه مسوق لتقریر عا مله و تقویته والحذف مناف لذلك

(۳)۔چند مواضع پر مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

(۱)جب مفعول مطلق امر۔نہی اور دعاء سے بدل واقع ہو جیسے۔ قیاما لا قعودا یعنی قم اور لا تفعد **محذوف** ہے اور جیسے سقیا لك یعنی یہاں سقاك الله **محذوف** ہے۔

شرح ابن عقیل ص۲۲۲ میں ہے:

یحذف عا مل المصدر وجو با فی موا ضع منها اذ اوقع المصدر بدلا من الفعل وهو مقیس فی الامر و النهی نحو قیا ما لا قعودا ای قم لا تقعد و الدعا ء نحو سقیا لك ای سقا ك الله۔

(۲)جب مفعول مطلق نفی یا معنی نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس سے خبر نہ بن سکے جیسے: ما انت الا سیرا یہاں **اصل میں** تسیر سیرا تھا اور ما انت الا سیر البرید **میں بھی** الا **کے بعد** تسیر تھا پہلی مثال نکرہ کی ہے اور دوسری مثال معرفہ کی ہے اور انما انت سیرا یہاں تسیر تھا پہلی دونوں مثالیں نفی کی ہیں اور یہ معنی نفی کی ہے۔

کافیہ ص۲۵ میں ہے:

منها ما وقع مثبتا بعد نفی او معنی نفی دا خل علی اسم لا یکون خبر ا عنه او وقع مکررا نحوما انت الا سیرا وما انت الا سیرا لبر ید وانما انت سیرا و زید سیرا سیرا۔

مفعول بہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا جائز نہیں؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات مفعول بہ کی پہیلیاں

(۱) جب مفعول بہ معنی استفہام یا معنی شرط کو متضمن ہو تو مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے: من رأیت و من تکرم یکرمك

فوائد ضیائیہ ص ۹۵ میں ہے:

واما وجوبا فیما تضمن معنی الاستفہام او الشرط نحو من رأیت ومن تکرم یکرمك ۔

(۲)۔ جب کوئی مانع ہو جیسے کہ مفعول بہ ان مصدریہ کے تحت واقع ہو تو اس کو فعل پر مقدم کرنا ناجائز ہے جیسے: من البران تکف لسانك کہ یہاں لسانك مفعول بہ واقع ہے لیکن اس کو تکف پر مقدم کرنا درست نہیں کیونکہ فعل اس وقت میں ان مصدریہ کا مدخول ہے جس کی وجہ سے فعل مصدر ہو گیا ہے اور مصدر پر اسکا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۲۰ میں ہے:

ومخفی نماند کہ تقدیم مفعول بہ بر فعل وقتے جائز است کہ مانع نبود چنانچہ وقوع مفعول بہ تحت ان مصدریہ کہ مانع تقدیم است مثل من البران تکف لسانك مفعول بہ است کہ تقدیم آں بر تکف جائز نیست۔ اگر گفتہ شود وقوع مفعول بہ تحت ان مصدریہ چرا مانع آں باشد جواب

می گویم فعلے کہ مدخول ان مصدریہ است در حقیقت مصدر است و معمول مصدر بر مصدر مقدم نمی باشد۔

(۳)۔مفعول بہ کے فعل کو وجوبا حذف کرنے کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے ایک سماعی ہے جیسے امرا و نفسه و انتهوا خيرا لكم واهلا و سهلا۔

پہلے میں اترك دوسرے میں اقصدوا تیسرے میں اتیت اور وطیت محذوف ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۹۵ میں ہے:

الاول من تلك المواضع الاربعة سماعی مقصور على السماع لا يتجاوز عن امثلة محدودة مسموعة بان يقاس عليها امثلة اخرى نحو امرا و نفسه اى اترك امرا و نفسه وانتهوا خيرا لكم اى انتهوا عن التثليث و اقصد و اخيرا لكم و هو التوحيد وهو اهلا سهلا اى اتيت اهلا ووطيت سهلا من البلاء ۔

دیگر چند صورتیں قیاسی ہیں:

(۱) جب مفعول بہ منادی واقع ہو تو فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: یا عبدالله تقدیر عبارت یہ ہے: ادعو عبدالله کیونکہ حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے۔

ہدایۃ النحو ص ۳۴ میں ہے:

الرابع المنادى وهو اسم مدعو بحرف النداء لفظا نحو يا عبدالله اى ادعو عبد الله و حرف النداء قائم مقام ادعو ۔

(۲) مفعول بہ ما اضمر عامله على شريطة التفسير کے باب سے ہو یعنی ایسا اسم ہو کہ اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو نیز اگر اس کو یا اس کے مناسب کو اسم پر مقدم کر دیا جائے تو نصب دے دے ایسے مقام پر بھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: " زید اضربته و زید امررت به وزیدا ضربت غلامه وزید احبست عليه" ان تمام مثالوں میں زید سے پہلے فعل محذوف ہے اور وہی زید کو نصب دے رہا ہے اور اس کا حذف کرنا واجب ہے اور زید کا مابعد فعل اس کے قائم مقام ہے جو فعل محذوف کی تفسیر کر رہا ہے یہاں حذف کرنا اس لئے واجب کہ اگر ذکر کر دیا جائے تو اجتماع مفسر و مفسر لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔

کافیہ ص۳۴ میں ہے:

والثالث ما اضمر عامله على شريطة التفسير وهو كل اسم بعده فعل او شبهه مشتغل عنه بضميره او متعلقه لو سلط عليه هو او مناسبه لنصبه مثل زيدا ضربته و زيدا مررت به و زيد اضربت غلامه و زيدا حبست عليه ينصب بفعل مضمر يفسره ما بعده اى ضربت وجاوزت واهنت ولابست۔

(۳) مفعول بہ بابِ تحذیر سے ہو جب بھی فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا اسم منصوب ہو جو اتق مقدر کا ایسا معمول ہو جس کو مابعد سے ڈرانا مقصود ہو۔ یا اتق مقدر کا ایسا معمول ہو جو محذر منہ ہو اور اس کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے: ایاك و الاسد۔ ایاك وان تحذف۔ الطریق الطریق۔

کافیہ ص۳۷ میں ہے:

الرابع التحذير وهو معمول بتقدير اتق تحذيرا مما بعده او ذكر المحذرمنه مكررا مثل اياك والاسد واياك وان تحذف والطريق الطريق۔

مفعول فیہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف میں فی کو ظاہر کرنا واجب ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول فیہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسمائے زمان ومکان کو مفعول فیہ نہیں بنایا جا سکتا؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف مکان محدود ہو جب بھی فی کو مقدر کرنا جائز ہے؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مصدر سے مشتق اسم ظرف میں فی کو ظاہر کرنا ضروری ہے؟

جوابات مفعول فیہ کی پہیلیاں

(۱)۔جب ظرف مکان محدود ہو تو اس میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہے جیسے: جلست فی الدار و فی السوق و فی المسجد ۔

فوائد ضیائیہ ص۱۲۴ پر ہے:

والا اى ان لم يكن مبهما بل يكون محدودا فلا يقبل تقدير فى اذ لم يكن حمله على الزمان المبهم لاختلافهما ذاتا وصفة نحو جلست فى المسجد ـ

(۲)۔اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) جب مفعول فیہ کسی کی صفت واقع ہو جیسے: مررت برجل عندك

(۲) صلہ ہو جیسے: جاء الذی عندك

(۳) حال ہو جیسے: مررت بزید عندك

(۴) فی الحال خبر ہو جیسے: زید عندك

(۵)فی الاصل خبر ہو جیسے: ظننت زید ا عندك

ان تمام مقامات پر مفعول فیہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے اور صلہ کے علاوہ ہر مقام پر عامل استقر یا مستقر مقدر ہے اور صلہ میں استقر مقدر ہے کیونکہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اور یہاں استقر اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو جائے گا کیونکہ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو جاتا ہے لیکن مستقر اپنے فاعل سے ملکر جملہ نہیں ہوگا اس لئے کہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ نہیں ہوتا شبہ جملہ ہوتا ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۱ میں ہے:

او وجو با كما اذا وقع الظرف صفة نحو مررت برجل عندك او صلہ نحو جا ء الذی عندك او حا لا نحو مررت بزيد عندك او خبر ا فی الحا ل او فی الا صل نحو زيد عندك و ظننت زيدا عندك فا لعا مل فی هذا الظرف محذوف ووجوبا فی هذه المواضع كلها و التقدير فی غير الصلة استقر ا ومستقر وفی الصلة استقر لان الصلة لا تكون الا جملة والفعل مع فا عله جملة واسم الفا عل مع فا عله ليس بجملة والله اعلم ۔

(۳)۔وہ اسمائے زمان ومکان جو معنی فی کو متضمن نہ ہوں مبتداء یا خبر واقع ہونگے۔ ظرف ومفعول فیہ نہیں بن سکتے۔جیسے: يو م الجمعة يو م مبا رك و يو م عرفة يو م مبا رك و الدا ر لزيد۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۰ میں ہے:

وا حترز بقوله ضمن معنى فی مما لم يتضمن من اسما ء الزما ن او المكان مبتداء او خبر ا نحويو م الجمعة يو م مبا رك و يو م عرفة يوم مبارك والدا ر لزيد فا نه لا يسمى ظرفا۔

(۴)ظرف مکان محدود اگر دخلت ۔ نزلت اور سکنت کے بعد واقع ہو تو اس کو مکان مبہم (جس کی تفسیر جہات ستہ سے کی جاتی ہے) پر محمول کرتے ہوئے اصح مذہب کے مطابق اس میں فی کو مقدر کرنا جائز ہے اگر چہ ان افعال کا مابعد مکان مبہم نہیں ہے لہذا یہاں فی کو مقدر نہیں ہونا چاہیئے لیکن ان افعال کا مابعد مکان مبہم پر محمول کر لیا جاتا ہے یعنی جس طرح مکان

مبہم میں کثرت استعمال کی وجہ سے فی کو مقدر کیا جاتا ہے اسی طرح کثرت استعمال کی وجہ سے مکان محدود میں بھی جو دخلت سکنت اور نزلت کے بعد واقع ہو فی کو مقدر کیا جائے گا لہذا دخلت الدا ر و نزلت المکا ن و سکنت الحجرة کہنا صحیح ہوگا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۷۸ میں ہے:

یعنی حمل کردہ شدہ است چیزے را کہ واقع است بعد دخلت و نزلت و سکنت بر جہات ستا اگر چہ مابعد ایں افعال مبہم واقع نمی شود بلکہ معین چوں دخلت الدار و نزلت المکا ن و سکنت الحجرة پس بایستی کہ ما بعد ایں افعال تقدیر فی را قبول نکند ازانکہ مکان محدود است لیکن ما بعد ایں افعال را کہ بر مکان مبہم کہ مفسر است بجہات ستہ حمل کردند بواسطہ کثرت استعمال چنانچہ در جہات ستہ کثرت استعمال است۔

(۵)۔جب مصدر سے مشتق اسم ظرف کا عامل اس کے لفظ سے نہ ہو تو فی کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسے: جلست فی مر می زید یہاں جلست مرمی زید کہنا درست نہیں۔ البتہ جب اس کا عامل اسی لفظ سے مذکور ہو تو فی کو مقدر مانا جائے گا اور اس کو مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے نصب دیا جائے گا جیسے قعد ت مقعد زید ۔جلست مجلس زید ۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۲ میں ہے:

واما ما صنع من المصدر نحو مجلس زيد و مقعده فشرط نصبه قيا سا ان يكون عا مله من لفظه نحو قعدت مقعد زيد و جلست مجلس عمرو و فلو كا ن عامله من غير لفظه تعين جره بفی نحو جلست فی مرمی زيد فلا تقول جلست مرمی زيد الاشذوذا ۔

مفعول لہ کی پہیلیاں

(۱) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ میں حرف جر لام تعلیل وغیرہ کو ظاہر کرنا واجب ہے؟

(۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ میں حرف جر لام تعلیل وغیرہ کو حذف کرنا جائز ہے؟

جوابات مفعول لہ کی پہیلیاں

(۱)۔مفعول لہ کے لام کو حذف کرنے کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہو۔

(۲) یہ ہے کہ مفعول لہ فعل معلل بہ سے مقارن ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو یا دونوں میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے کا بعض ہو۔

(۳) یہ ہے کہ مفعول لہ ایسا مصدر ہو جس سے تعلیل مفہوم ہو۔اب اگر ان تینوں شرائط میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو گئی تو مفعول لہ کو حرف جر تعلیل کے ذریعہ جر دینا ضروری ہے اور اس کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسے: جئتك للسمن میں سمن مصدر نہیں۔اور جئتك اليوم للاكرام غدا میں زمانہ متحد نہیں۔اور جاء زيد لاكرام عمرو له میں فاعل متحد نہیں لہذا حرف جر لام کے ذریعہ جر دیا جانا اور حرف جر کو ظاہر کرنا واجب ہوا۔

جہاں تینوں شرائط پائے جارہے ہیں ان کی مثال جیسے: جد شكرا یہاں شكرا مصدر ہے جس سے تعلیل بھی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مفہوم ہے: جد لاجل الشكر اور مفعول لہ اور فعل معلل بہ کے وجود کا زمانہ بھی ایک ہے کیونکہ شکر وسخاوت کا زمانہ ایک ہے اور مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ کا فاعل بھی ایک ہے یعنی دونوں کا فاعل مخاطب ہی ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۲۷ میں ہے:

المفعول له هو المصدر المفهم علة المشارك لعامله فى الوقت والفاعل نحو جد شكرا فشكرا مصدر وهو مفهم للتعليل لان المعنى جد لاجل الشكر ومشارك لعامله وهو جد فى الوقت لان زمن الشكر هو زمن الجود وفى الفاعل لان فاعل الجود هو المخاطب وهو فاعل الشكر وكذالك ضربت ابنى تاديبا فتاديبا مصدر وهو مفهم للتعليل اذ يصح ان يقع فى جواب لم فعلت الضرب وهو مشارك لضربت فى الوقت والفاعل وحكمه جواز النصب ان وجدت فيه هذه الشرائط الثلاثة اعنى المصدرية وابانة التعليل واتحاده مع عامله فى الوقت والفعل فان فقد شرط من هذا الشروط تعين جره بحرف التعليل وهو اللام او من او فى اوالباء فمثال ما عدت فيه المصدريه قولك جئتك للسمن ومثال لم يتحد مع عامله فى الفاعل جاء زيد لاكرام عمرو له ۔

(۲)۔جب مفعول لہ کے مذکورہ تینوں شرائط پائے جائیں تو لام تعلیل وغیرہ کو حذف کرنا جائز ہے لیکن اس کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ مفعول لہ نہ معرف باللام ہو اور نہ مضاف ہو۔اس حالت میں حرف جر لام تعلیل وغیرہ کو اکثر وبیشتر حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو نصب دے دیا جاتا ہے جیسے ضربت ابنى تاديبا لیکن کبھی لام کو ظاہر کر کے ضربت ابنى للتاديب کہنا درست ہے۔

(۲) یہ ہے کہ مفعول لہ معرف باللام ہو اس حالت میں پہلی حالت کے برعکس ہوگا یعنی اکثر وبیشتر حرف جر کو ذکر کیا جائے گا اور جر دے دیا جائے گا جیسے ضربت ابنى للتاديب لیکن کبھی لام کو حذف کر کے ضربت ابنى التاديب کہنا بھی درست ہے۔

(۳) یہ ہے کہ مفعول لہ مضاف ہو اس حالت میں حذف وذکر برابر ہے جیسے ضربت ابنى تاديبه ضربت ابنى لتاديبه دونوں جائز ومساوی ہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۲۲۸ میں ہے:

المفعول له المستكمل للشروط المتقدمة له ثلاثة احوال احدها ان يكون مجردا عن الالف واللام والاضافة والثانى ان يكون محلى بالالف واللام والثالث ان يكون مضافا وكلها يجوز ان تجر بحرف التعليل لكن الاكثر فيما تجرد

عن الالف واللام والا ضافة النصب نحو ضربت ابنی تادیبا ویجوز جره فتقول ضربت ابنی لتادیب وزعم الجزولی انه لا یجوز جره وهو خلاف ما صرح به النحویون وما صحب الالف واللام بعکس المجرد فالاکثر جره ویجوز النصب فضربت ابنی للتادیب اکثر من ضربت ابنی التادیب۔

نیز ص۲۲۹ میں ہے:

واما المضاف فیجوز فیه الامران النصب والجر علی السواء فتقول ضربت ابنی تادیبه ولتادیبه۔

مفعول معہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ ایک اسم مرفوع بھی ہوسکتا ہے اور مفعول معہ بھی بن سکتا ہے؟

(۲)۔وہ کون سی صورت ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو لیکن پھر بھی اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مفعول معہ نہیں ہوتا؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ واو عطف کے لئے ہوگا مع کے معنی میں نہیں ہوسکتا؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ واو مع کے معنی میں ہی ہوگا عطف کے لئے نہیں ہوسکتا؟

جوابات مفعول معہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ اسم جو واو کے بعد واقع ہو اگر اس میں عمل کرنے والا فعل لفظی ہو اور اس اسم کا ماقبل پر عطف جائز ہو نہ واجب نہ ممتنع تو دونوں وجہیں جائز ہیں کہ واو برائے عطف ہو اور اسم مذکور معطوف ہوکر مرفوع یا واو بمعنی مع ہو اور اسم مذکور مفعول معہ ہوکر منصوب ہو جیسے: جئتُ انا وزید او زیداً۔

ہدایۃ النحو ص۳۷ میں ہے:

فان کان الفعل لفظا وجاز العطف جاز فیه الوجهان النصب والرفع نحو جئت انا وزید اوزیدا۔

(۲) وہ واو جو مبتداء کے بعد واقع ہو اور اس کے بعد ایک اسم مرفوع ہو تو اسکے بعد والا اسم مرفوع مبتدا پر معطوف ہوتا ہے اور اس مبتداء کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے اور یہ اسم مفعول معہ نہیں ہوسکتا جیسے کل رجل وضیعته اس مثال میں کل مبتدا ہے اور وضیعته میں جو واو ہے وہ مع کے معنی میں ہے اور ضیعته کا عطف کل پر ہے اور اس کے بعد خبر محذوف ہے تقدیر

عبارت ہے کل رجل وضیعتہ مقترنا ن ۔

شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثا لث ان یقع بعد المبتداء واو ھی نص فی المعیۃ نحو کل رجل وضیعتہ فکل مبتداء وقولہ ضیعتہ معطوف علی کل والخبر محذوف والتقدیر کل رجل وضیعۃ مقترنا ن۔

(۳)۔ جب وہ فعل جو مفعول معہ میں عامل ہے امر معنوی ہو اور واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز ہو تو عطف کے لئے ہی متعین ہے مع کے معنی میں نہیں ہوسکتا جیسے ما لزید وعمرو یہاں فعل معنوی ہے اور اس مثال میں عطف متعین ہونے کی وجہ سے واو مع کے معنی میں نہیں ہوسکتا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۹۰ میں ہے:

وحاصل اینست کہ اگر فعل معنوی است پس از دو حال خالی نیست کہ یا عطف مفعول معہ بر معمول فعل معنوی جائز است ویا جائز نیست ومراد از جواز دریں مقام عدم امتناع است واگر عطف مذکور جائز است تعین العطف۔

(۴)۔ جب واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف ممتنع ہو تو چاہے فعل لفظا ہو یا معنی دونوں صورتوں میں واو بمعنی مع ہی متعین ہے برائے عطف نہیں ہوسکتا۔

ہدایۃ النحو ص ۳۷ میں ہے:

وان لم یجز العطف تعین النصب نحو جئت وزید ا۔

اسی میں ص ۳۸ پر ہے:

وان لم یجز العطف تعین النصب نحو ما لك وزیدا وما شانك وعمروا۔

حال کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے؟

(۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو جب بھی حال مقدم نہیں ہوسکتا؟

(۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ نکرہ بھی ہو اور مجرور بھی نہ ہو پھر بھی حال کو مقدم نہیں کیا جاسکتا؟

(۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال پر حال کو مقدم کرنا جائز ہے؟

(۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں ؟

(۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال عامل معنوی نہ ہو جب بھی حال کو ناصب حال پر مقدم کرنا جائز نہیں؟

(۷)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال صیغہ اسم تفضیل ہونے کے باوجود حال کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے؟

(۸)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال میں واو اور ضمیر یا صرف واو لانا ضروری ہے؟

(۹)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال جملہ اسمیہ ہو پھر بھی واو لانا جائز نہیں؟

(۱۰)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ نہ ہو پھر بھی صرف ضمیر لانا واجب ہے؟

(۱۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال حذف کرنا واجب ہے؟

(۱۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ نہ ہو بلکہ منتقلہ ہو جب بھی ناصب حال کو حذف کرنا واجب ہے؟

(۱۳) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل ومفعول میں سے کسی کی ہیئت بیان نہ کرے بلکہ مضاف الیہ کی ہیئت بیان کرے پھر بھی اس کو حال ہی کہا جائے گا؟

(۱۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید کے لئے آئے پھر بھی عامل کا حذف کرنا واجب نہیں؟

جوابات حال کی پہیلیاں

(۱)۔جب ذوالحال نکرہ ہوتو حال کوذوالحال پرمقدم کرناواجب ہے جیسے جاء نی راکبا رجل کیونکہ حال کواس صورت میں مقدم نہ کیا گیا تو حالت نصب میں حال کا صفت سے التباس لازم آئے گا جیسے: رایت رجلا راکبا یہاں راکبا حال کاصفت سے التباس ہے۔

ہدایۃ النحوص ۳۹ میں ہے:

فان کان ذوالحال نکرۃ یجب تقدیم الحال علیه نحو جاء نی راکبا رجل لئلا تلتبس بالصفة فی حالة النصب فی مثل قولك رائیت رجلا راکبا۔

(۲)۔ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں حال کومقدم کرنااس وقت واجب ہے جب ذوالحال مجرور نہ ہواور اگر مجرور ہے تو ذوالحال کے نکرہ ہونے کے باوجود حال مقدم نہیں ہوسکتا جیسے الکلمة لفظ وضع لمعنی مفردا۔

جامع الغموض جلداول ص۲۲ میں ہے:

تقدیم حال بر ذی الحال نکرہ وقتے واجب است کہ ذی الحال مجرور نبود فاما اگر مجرور باشدپس دریں وقت تقدیم حال بر ذی الحال ممتنع است کما هو مذهب اکثرا لبصریین وہمیں مختار حضرت ابن حاجب است قدس سرہ۔

(۳)۔ذوالحال نکرہ ہواور مجرور نہ لیکن حال معرفہ ونکرہ دونوں کے درمیان مشترک ہوتو ذوالحال نکرہ پرحال کومقدم نہیں کیا جاسکتا جیسے:

جاء نی رجل وزید راکبین

فوائدضیا ئیہ ص۱۳۴ میں ہے:

ولم تکن الحال مشترکة بینها و بین معرفة نحو جاء نی رجل وزید راکبین۔

(۴)۔جب ناصب حال فعل متصرف ہو یا ایسی صفت کا صیغہ ہو جو فعل متصرف سے مشابہ ہوتو حال کو ناصب حال پرمقدم کرنا جائز ہے جیسے: مخلصا زید دعا

یہ فعل متصرف کی مثال ہے اور مسرعا ذا راحل یہ فعل متصرف سے مشابہ صفت کی مثال ہے فعل متصرف سے مشابہ صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت جو معنی فعل اور حروف فعل کو متضمن ہواور تانیث تثنیہ اور جمع کی علامات کو فعل کی طرح قبول کرتا ہو جیسے اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۲ میں ہے:

یجوز تقدیم الحال علی ناصبها ان کان فعلا متصرفا او صفة تشبه الفعل المتصرف والمراد بها ما تضمن معنی الفعل وحروفه و قبول التانیث والتثنیة والجمع کاسم الفاعل واسم المفعول والصفة المشبهة فمثال تقدیمها علی الفعل المتصرف مخلصا زید دعا و مثال تقدیمها علی الصفة المشبهة له مسرعا ذا راحل۔

(۵)۔جب ناصب حال عامل معنوی ہوتو حال کوناصب حال پرمقدم کرنا جائز نہیں۔

کافیہ ص ۳۲ میں ہے:

ولا تتقدم علی العامل المعنوی

(۶)۔جب ناصب حال عامل معنوی نہ ہولیکن فعل غیر متصرف ہوتو حال کواس پرمقدم کرنا جائز نہیں جیسے فعل تعجب وغیرہ کہ یہ فی نفسہ فعل غیر متصرف ہیں لہذا ان کے معمول میں تصرف نہیں کیا جاسکتا جیسے ما احسن زیدا ضاحکا کہنا درست ہے اور ضاحکا ما احسن زیدا کہنا درست نہیں اور اسی طرح ناصب حال ایسی صفت کا صیغہ ہو جو فعل متصرف سے مشابہ نہیں جیسے اسم تفضیل جب بھی حال کواس پرمقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ صیغہ اسم تفضیل جب من کے ذریعہ استعمال ہوتا ہے تو اس کو ہمیشہ مفرد مذکر ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں تصرف کرکے اس کو تثنیہ جمع اور مونث نہیں لایا جاسکتا لہذا اس کے معمول میں بھی تصرف نہیں کیا جائیگا اسی وجہ سے زید ضاحکا احسن من عمرو کہنا درست نہیں اور زید احسن من عمرو ضاحکا درست ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۲ میں ہے:

فان کان الناصب لها فعلا غیر متصرف لم یجز تقدیمها علیه فتقول ما

احسن زیدا ضاحکا ولا تقول ضاحکا ما احسن زیدا الا ان فعل التعجب غیر متصرف فی نفسه فلا یتصرف فی معموله و کذلك ان کان الناصب لها صفة لا تشبه الفعل المتصرف کافعل التفضیل لم یجز تقدیمها علیه و ذلك لانه لا یثنی ولا یجمع ولا یونث فلم یتصرف فی نفسه فلا یتصرف فی معموله فلا تقول زید ضاحکا احسن من عمرو بل یجب تاخیر الحال فتقول زید احسن من عمرو۔

(۷)۔جب اسم تفضیل کے ذریعہ کسی ایک چیز کی فضیلت ایک حالت میں اسکی ذات پر ثابت کی جائے یا کسی ایک چیز کی فضیلت ایک حالت میں دوسرے کی ذات پر ثابت کی جائے تو حال کو اسم تفضیل پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اسم تفضیل کے دو حال ہونگے ایک مقدم ہوگا اور دوسرا موخر اور یہ دونوں میں عامل ہوگا۔

(۱) پہلی صورت کی مثال: زید قائما احسن منه قاعدا۔

(۲) دوسری صورت کی مثال: زید مفردا انفع من عمر و معانا

پہلی صورت میں قائما اور دوسری میں مفردا حال مقدم ہیں اور احسن اور انفع ان میں عامل ہیں اسی طرح قاعدا اور معانا بھی حال ہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۳ میں ہے:

واستثنی من ذلك هذه المسئلة وهی ما اذا فضل شئی فی حال علی نفسه او غیره فی حال اخری فانه یعمل فی حالین احدهما متقدمة علیه والاخری متاخرة عنه وذلك نحو زید قائما احسن منه قاعدا وزید مفردا انفع من عمر و معانا فقائما ومفردا منصوبان باحسن وانفع وهما حالان و کذا قاعدا او معانا وهذا مذهب الجمهور۔

(۸)۔جب حال جملہ اسمیہ ہو تو اس میں واو اور ضمیر دونوں یا صرف واو لانا ضروری ہے تا کہ جملہ کا ماقبل سے ربط پیدا ہو جائے جیسے جاء زید وهو راکب۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین اور اس صوت میں صرف ضمیر لانا ضعیف ہے کیونکہ ضمیر اگرچہ ربط پیدا کرتی ہے لیکن اول امر میں اس سے ربط پیدا نہیں ہوتا۔

کافیہ ص ۱۴۱ میں ہے:

فالاسمية بالواو والضمير او بالواو او بالضمير علی ضعف۔

نیز جامع الغموض جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے:

ناچار است یعنی ضمیر تا اورا بذی الحال ربط دہد پس اورا از دیاد ربطہ کہ آں واو است ناچار است از آنکہ واو موضوع است برائے جمع معطوف با معطوف علیہ در حکم مع حذف بعض العبارۃ۔

نیز ص ۱۰۹ میں ہے:

ضمیر اگرچہ رابط است لیکن دلالت بر ربط در اول امر نمی کند

(۹)۔جب حال منتقلہ ہو تو واو لانا ضروری ہے لیکن جب حال موکدہ ہو تو واو لانا جائز نہیں کیونکہ واو موکد اور موکد کے درمیان نہیں آتا بلکہ ضمیر لانا واجب جیسے هو الحق لا ریب فیه۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے:

ومخفی نماند کہ آوردن جملہ اسمیہ بواو و ضمیر یا بواو فقط وقتے است کہ حال منتقلہ بود واگر حال موکدہ بود آوردن واو جائز نیست بلکہ ضمیر وحدہ واجب است مثل هو الحق لا ریب فیه از انکہ واو درمیان موکد و موکد داخل نمی شود از جہت شدت اتصال۔

(۱۰)۔جب حال مضارع مثبت ہو تو صرف ضمیر لانا ہی واجب ہے کیونکہ مضارع مثبت اسم فاعل سے از روئے لفظ ومعنی مشابہ ہوتا ہے تو جس طرح اسم فاعل کے حال ہونے کی صورت میں بغیر واو کے صرف ضمیر لانا واجب ہے اسی طرح مضارع مثبت میں بھی بغیر واو کے صرف ضمیر لانا ہی واجب ہوگی جیسے: جاء نی زید یسرع

کافیہ ص ۱۴۱ میں ہے:

والمضارع المثبت بالضمير وحده۔

اور جامع الغموض جلد دوم ص ۱۱۰ میں ہے:

مضارع مثبت از روئے لفظ ومعنی باسم فاعل مشابہ می باشد وچوں اسم فاعل حال بود از واو مستغنی می باشد مثل جاء نی زید راکبا پس مضارع مثبت نیز از واو مستغنی خواہد بود۔

(۱۱)۔جب حال موکدہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید وتقریر کے لئے آئے تو حال

موکدہ کے ناصب و عامل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید ابوك عطوفا۔

کافیہ ص ۴۲ میں ہے:

ویجب فی الموکدة مثل زید ابوك عطوفا ای احقه و شرطها ان تکون مقررة لمضمون جملة اسمية ۔

(۱۲)۔ جب حال خبر کے قائم مقام ہو تو منتقلہ ہونے کی صورت میں بھی ناصب حال کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: ضربی زید ا قا ئما۔

تقدیر عبارت یہ ہے: اذا کا ن قا ئما اس کی پوری تفصیل مبتدا اور خبر کے بیان میں گذر چکی نیز اشتریت بدرهم فصاعدا و تصدقت بدینا ر فسا فلا جیسی ترکیبوں میں بھی ناصب حال کو حذف کرنا واجب ہے تقدیر عبارت یہ ہے فذهب الثمن صا عدا وذهب المتصدق به سا فلا ۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۸ میں ہے:

و کا لحال النائبة منا ب الخبر نحو ضربی زید ا قا ئما التقدیر اذا کا ن قائما وقد سبق تقدیر ذالك فی با ب المبتداء والخبر ومما حذف فیه عامل الحا ل وجوبا قولهم اشتریته بدرهم فصا عدا وتصدقت بدینا ر فسا فلا فصا عدا و سا فلا حا لا ن عا ملهما محذوف وجو با والتقدیر فذهب الثمن صا عدا وذهب المتصدق به سا فلا۔

(۱۳)۔ جب مضاف الیہ کا مضاف جزء ہو یا جزء کی طرح ہو بایں معنی کہ مضاف الیہ کے سبب کلام مضاف سے مستغنی ہو جائے تو مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہو سکتا ہے مضاف جزء کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا یہاں اخوانا هم ضمیر سے حال ہے جو مضاف الیہ ہے اور اس مضاف الیہ کا صدور مضاف جز ہے۔ مضاف مثل جزء ہو اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ثم او حینا الیك ان اتبع ملة ابرا هیم حنیفا یہاں حنیفا۔ ابرا هیم مضاف الیہ سے حال ہے اور اس مضاف الیہ کا ملة مضاف جز تو نہیں لیکن مثل جزء ہے اس لئے کہ ملة کو بغیر ذکر کئے اگر قرآن کے علاوہ میں ان اتبع ابراهیم حنیفا کہا جائے تو بھی یہ عبارت صحیح ہو گی اور ملة کو ذکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۱ میں ہے:

و کذا لك یجوز مجی الحال من المضاف الیه اذا کا ن المضاف جزء امن المضاف الیه او مثل جزاء ه فی صحة الا ستغنا ء بالمضاف الیه عنه فمثال ما هو جزء من المضاف الیه قوله تعالی ونزعنا ما فی صدورهم کن غل اخوانا فا خوانا حال من الضمیر المضاف الیه صدور و الصدور جزء من المضاف الیه ومثال ما هو مثل جزء المضاف الیه فی صحة الاستغنا ء بالمضاف الیه عنه قوله تعالی ثم او حینا الیك ان اتبع ملة ابرا هیم حنیفا فحنیفا حال من ابرا هیم والملة کا لجزء من المضاف الیه اذ یصح بالمضاف الیه عنها فلو قیل فی غیر القرآن ان اتبع ابرا هیم حنیفا یصح۔

(۱۴)۔ جب حال موکدہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تا کید ہو اور وہ جملہ اسمیہ ایسا ہو کہ اس کا ایک جز عامل بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو عامل کو حذف کرنا واجب نہیں جیسے اللہ شا هد قائما با لقسط۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۴۰ میں ہے:

ولا بدهھنا من قید آخر وهو ان یکون من اسمین لا یصلحان للعمل فیهما والا لکا ن عا ملها مذکورا فکیف یکون حذفه وا جبا نحو الله شا هد قا ئما بالقسط ۔

تمیز کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کو عامل پر مقدم کیا جا سکتا ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کو جر دینا جائز ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کی جانب اضا فت درست نہیں؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز سے قبل من کو لایا جا سکتا ہے؟

(۵)وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کے بعد آنے والی تمیز کو جر اور نصب دینا واجب ہے؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تام ہو اور اس کی ذات میں ابہام مستقر ہو لیکن پھر بھی اس کی تمیز کو نصب دینا درست نہیں؟

جوابات تمیز کی پہیلیاں

(۱)جب عامل تمیز فعل متصرف ہو تو تمیز کو عامل پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن یہ انتہائی قلیل ہے اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جیسے ما کا دنفسا بالفراق تطیب یہاں نفسا تمیز ہے اور عامل تطیب ہے جو موخر ہے۔

الفیہ ابن مالک ص ۵۹ میں ہے:

وعا مل التمیز قدم مطلقا　　　والفعل ذا التصریف نزرا سبقا

(۲)۔جب مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ذریعہ تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی جانب کر کے جر دیا جا سکتا ہے جیسے:عندی شبرارض وقفیز برومنواعسل وتمر اور اگر مفرد مقدار کی اضافت غیر تمیز کی جانب ہو تو تمیز کو نصب ہی دیا جائے گا جیسے:ما فی السماء

قدرراحة سحابا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: فلن یقبل من احدھم مل الارض ذھبا

شرح ابن عقیل ص ۲۷۰ میں ہے:

وھو ما دل علی مساحة او کیل او وزن فیجوز جر التمیز بعد ھذہ بالاضافة ان لم تضف الی غیرہ نحو عندی شبرارض وقفیزبرومنوا عسل وتمر فان اضیف الدال علی مقدار الی غیرالتمیز وجب نصب التمیز نحو ما فی السماء قدرراحة سحابا ومنہ قولہ تعالی فلن یقبل من احدھم ملأ الارض ذھبا۔

(۳)۔جب مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ذریعہ تام نہ ہو بلکہ مشابہ نون جمع یا اضافت کے ذریعہ تام ہو تو تمیز کی جانب اضافت درست نہیں جیسے: عشرین درھما اور علی التمرة مثلھا زبدا کیونکہ عشرین درھما میں نون کو اضافت کے ساتھ حذف کرنا بھی درست نہیں اور باقی رکھنا بھی صحیح نہیں لہذا اضافت متعذر اور دوسری مثال میں مثلھا کی اضافت زبدا کی جانب ضمیر کو باقی رکھتے ہوئے ممکن نہیں اور اگر ضمیر کو حذف کر دیا جائے تو معنی فاسد ہو جائیگا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۱۲۲ میں ہے:

واگر مفرد مقدار تام بتنوین ونون تثنیہ نیست بلکہ تام بنون جمع است یا باضافت پس دریں وقت اضافت او بسوئے تمیز غیر جائز وممتنع است۔

حاشیہ کافیہ میں ہے:

ای وان لم یکن بتنوین او نون التثنیة فلا یجوز الاضافة وذلك لتعذر ھا لانہ ان کا ن مثل عشرین درھما تعذرت اضافتہ اذلا یستقیم حذف النون مع الاضافت ولا بقائھا فتعذرت وکذالك علی التمرة مثلھا زبدااذلا یمکن اضافة مثلھا الی زبدا مع بقاء الضمیر وان حذف فسدالمعنی۔

(۴) جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل نہ ہو اور عدد سے تمیز واقع نہ ہو تو تمیز سے قبل من حرف جار لانا جائز ہے جیسے: عندی شبرمن ارض وقفیز من برومنوان من عسل وتمرا وغرست الارض من شجر جائز نہیں کیونکہ پہلی مثال میں نفس معنی کے اعتبار سے فاعل ہے اس لئے کہ وہ طاب نفس زید کے معنی میں ہے اور دوسری مثال میں درہم عدد سے تمیز واقع ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۷۱ میں ہے:

یجوز جر التمیز بمن ان لم یکن فاعلا فی المعنی ولا ممیز العدد فتقول عندی من الارض وقفیز من برومنوان من عسل وتمرو غر ست الارض من شجرو لا تقول طاب زید من نفس ولا عندی عشرون من درهم۔

(۵)۔جب تمیز اسم تفضیل کے بعد واقع ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل ہے یا نہیں اگر فاعل ہے تو نصب واجب اور اگر فاعل نہیں تو جر واجب اور معنی کے اعتبار سے فاعل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسم تفضیل کو فعل بنا دیا جائے تو تمیز کا فاعل بن جانا درست ہو جیسے: انت اعلی منزلا واکثر مالا ان دونوں مثالوں میں منزلا اور مالا کو نصب واجب ہے کیونکہ اسم تفضیل کو فعل بنا کر ان کو فاعل بنانا درست ہے لہذا انت علا منزلك و کثر مالك کہنا صحیح ہے اور جو معنی کے اعتبار سے فاعل نہ ہو اس کی مثال زید افضل رجل وهند افضل امراة۔

شرح ابن عقیل ص ۲۷۱ میں ہے:

التمیز الواقع بعد افعل التفضیل ان کا ن فا علا فی المعنی وجب نصبه وان لم یکن کذلك وجب جره بالاضا فة وعلا مة ما هو فا عل فی المعنی ان یصح جعله فا علا بعد ه جعل افعل التفضیل فعلا نحو انت اعلی منزلا واکثر ما لا فمنزلا وما لا یجب نصبها اذ یصح جعلهما فا علین بعد جعل افعل التفضیل فعلا فتقول انت علا منز لك و کثر ما لك ومثا ل ما لیس بفا عل فی المعنی زید افضل رجل وهند افضل امرا ة۔

(۶)۔جب اسم لام تعریف کے ذریعہ تام ہوا ہو تو اگرچہ اس کی ذات میں ابہام مستقر ہو لیکن اس کی تمیز کو نصب دینا درست نہیں جیسے: عندی الراقو دخلا کہنا درست نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۴۳ میں ہے:

الا تری ان لا م التعریف الدا خلة علی اول الاسم وان کا ن یتم بها الاسم فلا یضاف معها لا ینتصب التمیز عنه فلا یقا ل عندی الرا قودخلا ۔

مستثنیٰ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مفرغ کلام غیر موجب میں واقع ہو جب بھی اسکا اعراب عوامل کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ نصب معین ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مجرور ہی ہوگا؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ منصوب ہی ہوگا ؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے بدل واقع ہو پھر بھی دونوں کا اعراب لفظ میں مختلف ہوتا ہے؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ الا استثناء کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا؟

جوابات مستثنیٰ کی پہیلیاں

(۱) جب مستثنیٰ کے ساتھ الا مکرر آئے اور تاکید کے لئے نہ ہو اور مستثنیٰ مفرغ ہو تو ایک مستثنیٰ کا اعراب عوامل کے اعتبار سے ہوگا اور باقی مستثنیٰ منصوب ہونگے جیسے ما قام الا زید الا عمرا الا بکرا۔

الفیہ ابن مالک میں ہے ص ۵۳ میں ہے:

وان تکرر لا لتوکید فمع   تفریغالتا ثیر بالعامل دع

فی واحد مما با لا استثنی   ولیس عن نصب سواه مغنی

(۲)۔جب مستثنیٰ غیر سوی اور سواء کے بعد واقع ہو تو مجرور ہی ہوگا۔ جیسے جائنی القوم غیر زید و سوی زید و سواء زید اور اکثر نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ حاشا کے بعد واقع ہو تو بھی مجرور ہی ہوگا۔

ھدایۃ النحو صفحہ ۱۴۱ میں ہے

وان کان بعد غیر وسوی و سواء وحاشا عند الا کثر کان مجروراً نحو جائنی القوم غیر زید وسوی زید وسواء زید وحاشا زید۔

(۳) جب الا کے ساتھ مستثنی متعدد ہوں اور سب مستثنی منہ پر مقدم ہوں تو کلام موجب میں واقع ہوں یا غیر موجب میں سب منصوب ہی ہونگے جیسے قام الا زیدا الا عمرا الا بکرا القوم وما قام الا زید االا عمراالا بکر اا لقوم اور اگر مستثنی متعدد ہوں اور سب مستثنی منہ سے موخر ہوں اور کلام موجب میں ہوں جب بھی سب منصوب ہونگے جیسے: قام القوم الا زیدا الا عمرا الابکرا۔

شرح ابن عقیل ص ۲۴۴ میں ہے:

اما ان تتقدم المستثنیات وجب نصب الجمیع سواء کا ن الکلام موجباً او غیر موجب نحو قام الازید الاعمر ا الا بکر ا القوم وما قا م الا زید االا عمرا الابکراالقوم وان تا خرت فلا یخلوا ما ان یکون الکلام موجبا او غیر موجب فان کا ن موجبا و جب نصب الجمیع فتقول قام القوم الا زید االا عمراالا بکرا۔

(۴)۔ جب مستثنی منہ کے لفظ سے مستثنی کا بدل واقع ہونا متعذر ہو تو اس کے محل سے مستثنی کو بدل بنایا جائے گا لہذا اس صورت میں مستثنی اور مستثنی منہ کا اعراب لفظا مختلف ہوجائیگا حالانکہ مستثنی مستثنی منہ کا بدل ہوگا جیسے:

ما جا ئنی من احد الا زید　　لا احد فیھا الا عمر و ۔

ما زید شیئا الا شئی لا یعبا بہ

کافیہ ص ۴۶ میں ہے:

واذ ا تعذر البدل علی اللفظ فعلی الموضع مثل ما جا ئنی من احد الا زید ولا احد فیھا الا عمر وو ما زید شیئا الا شی لا یعبا بہ لان من لا تزا د بعد الاثبا ت وما ولا لا تقدران عا ملتین بعدہ لا نھما عملتا للنفی وقد انتقص النفی با لا۔

(۵)۔ جب الا جمع منکر غیر محصور کے بعد آئے تو ہمیشہ صفت ہی کے لئے استعمال ہوگا استثناء کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں استثناء متعذر ہوگا لہذا اس کو مجازا غیر

معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے گا جیسے: لو کا ن فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا

کافیہ ص ۴۷ میں ہے:

وغیر صفۃ حملت علی الا فی الاستثنا ء کما حملت الا علیھا فی الصفۃ اذا کا نت تا بعۃ لجمع منکور غیر محصور لتعذر الا ستثنا ء مثل لو کا ن فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔

خبر افعال ناقصہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود ان کے اسم پر مقدم ہوسکتی ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ خبر کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ خبر کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات خبر افعال ناقصہ کی پہیلیاں

(۱)۔جب افعال ناقصہ کی خبر معرفہ ہو اور اسم وخبر دونوں میں لفظا اعراب ہو یا صرف ایک میں لفظی ہو تو خبر کو معرفہ ہونے کے باوجود اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: کا ن المنطلق زید اور کا ن ھذا زید اور اگر دونوں میں اعراب لفظی منتفی ہو جائے اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں جیسے: کا ن الفتی ھذا ۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۶۱ میں ہے:

وذا لك اذا کا ن الاعراب فیھما او فی احد ھما لفظیا نحو کا ن المنطلق زید او کان ھذا زید واذا انتفی الا عراب فی اسم کا ن و خبر ھا جمیعا ولا قرینة ھنا لك لا یجو ز تقدیم الخبر نحو کا ن الفتی ھذا۔

(۲)۔جب خبر میں عامل کا ن ہو اور یہ اس صورت میں جہاں لفظ اِن کے بعد کوئی اسم ہو پھر اس کے بعد فاء اور فاء کے بعد اسم ہو تو کا ن کو حذف کرنا جائز ہے جیسے الناس المجزیون باعما لھم ان خیرا فخیر وان شرا فشر لہذا کا ن کے علاوہ افعال ناقصہ میں سے کسی کو حذف کرنا جائز نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۶۱ میں ہے:

وقد یحذف عاملہ ای عا مل خبر کا ن ھو کا ن لا خبر کان واخوا تھا لانہ لا یحذف من ھذہ الافعال الا کا ن وانما اختصت بھذا لاالحذف لکثرة استعما لھا۔

(۳)۔جب خبر میں عامل کا ن ہو اور یہ اس صورت میں ہے جہاں اما کے بعد ضمیر مرفوع منفصل ہو اور اس کے بعد اسم منصوب جیسے: اما انت منطلقا انطلقت

فوائد ضیائیہ ص ۱۶۲ میں ہے :

ویجب الحذف ای حذف عاملہ یعنی کا ن فی مثل اما انت منطلقا انطلقت۔

الجواہر الصافیہ ص ۵۰۳ میں ہے:

مثال مذکور میں اما انت کی اصل لان کنت ہے اس میں لام جارہ کو حذف کردیا گیا کیونکہ ان سے پہلے لام جارہ کا حذف قیاسی ہے پھر اختصار کے لئے فعل ناقص کا ن کو بقرینہ ان مصدریہ حذف کردیا گیا کیونکہ ان مصدریہ اسم پر داخل نہیں ہوتا اور جب فعل حذف ہوگیا تو ضمیر مرفوع متصل ضمیر مرفوع منفصل سے بدل گئی اب ا ن انت رہ گیا پھر کان محذوف کے عوض ما زائدہ لایا گیا کیونکہ ما لیس کے مشابہ ہے بایں معنی کہ لیس نفی کے لئے آتا ہے اور فعل ناقص ہے اس لئے وہ کان کی نظیر ہے اس لئے ما کو کا ن کے عوض کردیا گیا تو ان ما انت ہوگیا اب یر ملون کے قانون سے نون کو میم سے بدل کر میم میں ادغام کردیا گیا تو ان ما انت ہوگیا اس اصل کے مطابق مثال مذکور کا ترجمہ یہ ہے تمہارے چلنے ہی کی وجہ سے میں چلا تھا۔

منادی کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد ہونے کے باوجود منصوب ہوتا ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہونے کے باوجود مجرور رہوتا ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی معرفہ ہونے کے باوجود مفتوح ہوتا ہے؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہونے کے باوجود حرف ندا اس پر داخل نہیں ہوسکتا؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرف باللام ہو پھر بھی حرف ندا اس پر داخل ہوسکتا ہے؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مبنی کے توابع میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں؟

(۷)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مبنی کے توابع مفرد ہونے کی صورت میں مرفوع منصوب نہیں ہوتے بلکہ ان کا مبنی برضم ہونا متعین ہے؟

(۸)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مبنی کے توابع مفرد نہ ہوں بلکہ مضاف ہوں جب بھی دونوں صورتیں جائز ہیں؟

(۹)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مبنی کا تابع صفت ہو جب بھی رفع لازم ہے؟

(۱۰)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی کی ترخیم جائز نہیں؟

(۱۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی سے حرف ندا حذف نہیں کیا جاسکتا ہے؟

(۱۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی علم ہو پھر بھی حرف ندا حذف نہیں کیا جاسکتا؟

(۱۳)وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہو پھر بھی اس کا مبنی علی الفتح ہونا مختار ہے؟

(۱۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ موصوف بابن ہو اور ابن دوسرے اسم کی جانب مضاف بھی ہو لیکن پھر بھی مبنی علی الفتح ہونا ممتنع ہے؟

(۱۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ علم موصوف بابن ہو اور ابن دوسرے علم کی جانب مضاف بھی ہو پھر بھی ضمہ واجب ہے؟

جوابات منادی کی پہیلیاں

(۱)۔جب منادی مفرد غیر معین ہو تو منادی منصوب ہوگا۔جیسے نابینا غیر معین کو ندا کرتے ہوئے کہے: یا رجلا خذبیدی

ہدایۃ النحو ص ۳۵ میں ہے:

او نکرۃ غیر معینۃ کقول الا عمی یا رجلا خذبیدی

(۲)۔جب منادی مفرد معرفہ پر لام استغاثہ داخل ہو تو منادی مجرور ہوتا ہے جیسے: یا لزید

کافیہ ص ۲۸ میں ہے:

یخفض بلام الاستغاثہ مثل یا لزید

(۳)جب منادی مفرد معرفہ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق کردیا جائے تو مفرد معرفہ ہونے کے باوجود اس کو فتح دیا جائے گا جیسے: یا زیداہ اور اس صورت میں منادی کے شروع میں لام استغاثہ نہیں ہوگا۔

کافیہ ص ۲۸ میں ہے:

ویفتح لا لحاق الفھا ولا لام فیہ نحو یا زیداہ

(۴)۔جب منادی مفرد معرف باللام ہو تو اس پر حرف ندا داخل نہیں ہوسکتا۔البتہ ہذا وغیرہ کے توسط سے داخل ہوسکتا ہے۔

کافیہ ص ۳۰ میں ہے:

واذا نودی المعرف باللام قیل یا ایھا الرجل ویا ھذاالرجل ویا ایھذا الرجل

(۵)۔جب منادی اسم جلالت ہو تو مفرد معرف باللام ہونے کے باوجود اس پر خاص طور سے حرف ندا بغیر کسی فصل کے داخل ہوسکتا ہے۔

کافیہ ص ۳۰ میں ہے:

وقالو ایا الله خاصة

اس کی وجہ یہ ہے کہ معرف باللام پر حرف ندا کا دخول دو شرطوں سے مشروط ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ لام تعریف کسی حرف محذوف کے عوض میں ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لام تعریف کلمہ کے لئے لازم ہو چونکہ یہ دونوں شرطیں صرف اسم جلالت ہی میں پائی جاتی ہیں لہذا نحویوں نے اس قاعدہ کو اسم جلالت کے ساتھ ہی خاص کر دیا۔

(۶)۔ جب منادی مبنی کے توابع تاکید، صفت، عطف، بیان معطوف بحرف معرف باللام مفرد ہوں تو رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ جیسے: یا زید العاقل والعاقل۔

کافیہ ص ۲۹ میں ہے:

وتوابع المنادی المبنی المفردة من التاکید والصفة وعطف البیان والمعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه ترفع علی لفظه وتنصب علی محله۔

(۷) جب منادی مبنی کے توابع مفرد بدل یا معطوف غیر معرف باللام ہوں تو انکا حکم منادی مستقل کا حکم ہے یعنی وہ مبنی برضم ہوں گے جیسے یا زید عمرو اور یا زید وعمرو۔

بشیر الناجیہ ص ۱۶۸ میں ہے:

بدل اور اس معطوف کا حکم جس پر الف لام داخل نہ ہو ان میں سے ہر ایک کے لئے منادی مستقل کا حکم ہے جس سے حرف ندا مباشر ہو پس اگر مفرد معرفہ ہے تو مبنی برضم ہوگا۔

(۸)۔ جب منادی مبنی کے توابع مضاف باضافت لفظی ہوں تو رفع ونصب باوجود مضاف ہونے کے دونوں جائز ہیں جیسے یازید الحسن الوجه ویا زید الحسن الوجه۔

بشیر الناجیہ ص ۱۶۴

(۹)۔ جب منادی مبنی کا تابع ایسی صفت ہو جو معرف باللام ہے اور وہی مقصود بالنداء ہے تو اس صفت کو رفع لازم ہے جیسے: یا ایها الرجل۔ یا ایهذا الرجل ان دونوں مثالوں میں الرجل صفت واقع ہے اور رفع لازم ہے کیونکہ یہ معرف باللام بھی ہے اور مقصود بالنداء بھی۔ اسی لئے تو معرف باللام کو حذف کر دیا جائے تو ندا باطل ہو جاتی ہے لہذا مذکور مثالوں میں منادی کے قصد کے مطابق رفع کو لازم کر دیا گیا تاکہ اس کی حرکت اعرابیہ منادی مفرد معرفہ کی حرکت

بنائیہ کے موافق ہو جائے جس سے پتہ چلے کہ معرف باللام ہی مقصود بالنداء ہے۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۳۷ میں ہے:

والتزموا رفع الرجل جواب سوال مقدر ست وتقریر سوال اینست کہ قبل ازیں معلوم شد کہ صفت منادی مضموم مرفوع ومنصوب می باشد مثل یا زید الظریف والظریف ورجل درا مثلہ مذکورہ نیز صفت منادی مضموم است وحال آنکہ نصب در وجائز نیست پس مصنف جواب می دہد بقوله والتزموا رفع الرجل یعنی لازم گرفتہ اند نحاة رفع رجل را باوجود کہ صفت منادی مضموم ست وحق او جواز وجہین است لا نہ مقصود بالنداء یعنی ازیں جہت لازم گرفتہ اند کہ مقصود بالنداء رجل است پس رفع لازم کردند تا حرکت اعرابی از روئے صورت بحرکت بنائی موافق باشد کہ علامت منادی مستقل ست پس دلالت کند برایں کہ رجل مقصود بنداء است۔

(۱۰)۔ ترخیم منادی کے لئے چند شرائط ہیں ان کے فوت ہونے کی صورت میں ترخیم جائز نہیں وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) منادی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔

(۲) منادی مستغاث نہ ہو۔

(۳) منادی جملہ نہ ہو۔

یہ شرائط عدمی ہیں علم زائد علی الثلاث ہو یا مونث بتاء التانیث ہو یہ شرائط وجودی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہوگی تو ترخیم جائز نہیں ہوگی جیسے یا عبدالله۔ یا طالعا جبلا۔ یا تابط شرا۔ یا لزید۔ یا لزید اه۔ یا زید۔ یا هند۔ میں ترخیم جائز نہیں۔

کافیہ ص ۳۱ میں ہے:

وشرطه ان لا یکون مضافا ولا مستغاثا ولا جملة ویکون اما علما زائدا علی ثلثة احرف واما بتاء الثانیث۔

(۱۱)۔ جب منادی اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب یا ضمیر ہو تو حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں، جیسے: یا رجل۔ یا هذا۔ یا لزید۔ یا زیداه۔ یا ایاك۔

کافیہ ص ۳۳ میں ہے:

ویجوز حذف حرف النداء الا مع اسم الجنس والاشارة والمستغاث۔

اور شرح ابن عقیل ص۴۱۲ میں ہے:

لا یجوز حذف حرف النداء مع المندوب نحو وا زیداه ولا مع الضمیر نحو یا ایاك ولا مع المستغاث نحو یا لزید ۔

(۱۲)۔جب منادی اسم جلالت ہوتو حرف ندا اس سے حذف نہیں کیا جاسکتا البتہ حرف ندا کے عوض میم مشدد کو لے آئیں تو حذف جائز ہے جیسے: اللھم ۔

جامع الغموض جلد دوم ص۵۲ میں ہے:

حذف حرف ندا از عالم عام است کہ بغیر بدل بود مثل امثال مذکورہ یا بدل چنانچہ لفظ اللہ کہ حذف حرف ندا از و جائز نیست مگر وقتیکہ او راز میم بدل کردہ شود میم مشدد در آخر او عوض آورده شوند نحو اللھم کہ در اصل یا اللہ بود یا را حذف کردند وعوض او میم مشدد در آخر آوردند اللھم شد۔

(۱۳)۔جب منادی مفرد معرفہ علم ہو اور وہ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور وہ ابن دوسرے علم کی جانب مضاف ہو تو منادی میں ضمہ جائز تو ہے لیکن فتحہ مختار ہے جیسے: یا زید بن خالد ۔

کافیہ ص۳۰ میں ہے:

والعلم الموصوف با بن مضافا الی علم آخر یختار فتحه۔

(۱۴)۔جب منادی مفرد معرفہ موصوف با بن غیر علم ہو یا علم ہو لیکن ابن غیر علم کی طرف مضاف ہو تو بدستور سابق ضمہ ہی واجب ہوگا اور مبنی بر فتح ہونا ممتنع ہوگا جیسے: یا غلام ابن عمرو و یا زید ابن اخینا یہاں زید کا مبنی بر ضم ہونا واجب ہے۔

شرح ابن عقیل ص۴۱۵ میں ہے:

ای اذا لم یقع ابن بعد علم او لم یقع بعد ه علم وجب ضم المنا دی و امتنع فتحه فمثال الاول نحو یا غلا م ابن عمر و ومثال الثا نی یا زید ابن اخینا فیجب بنا ء زید علی الضم فی هذه الامثلة ۔

(۱۵)۔جب منادی مفرد معرفہ موصوف با بن ہو اور علم آخر کی جانب ابن مضاف بھی ہو لیکن منادی اور ابن کے درمیان کوئی صفت ہو تو ضمہ واجب ہے جیسے: یا زید الظریف ابن

عمرو۔

الفوائد الضیائیہ ص۱۰۳ میں ہے:

بلا تخلل واسطة بین الا بن وموصوفه كما هو المتبا در الی الفهم فیخرج عنه مثل یا زید الظریف ابن عمرو۔

حروف جارہ کی پہیلیاں

(۱) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ فعل ہوجاتے ہیں۔؟

(۲) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ اسم ہوجاتے ہیں؟

(۳) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ کے ذریعہ مجرور اسم ظاہر ہی ہوتا ہے؟

(۴) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ لفظ میں عمل کرنے کے باوجود معنی میں عمل نہیں کرتے؟

(۵) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ فعل پر بھی داخل ہوجاتے ہیں؟

(۶) وہ کونسی صورت ہے کہ حرف جر من زائد نہیں ہوسکتا؟

(۷) وہ کونسی صورت ہے کہ دوحرف جر ایک ہی طرح کے بغیر عطف استعمال ہوسکتے ہیں؟

جوابات حروف جارہ کی پہیلیاں

(۱) جب (ما) کے بعد حروف جارہ (خلا وعدا) واقع ہوں۔یا دونوں صدر کلام میں واقع ہوں تو یہ فعل ہوجاتے ہیں۔جیسے۔ ما خلازیدا ۔ ما عدا زید ا۔ خلا البیت زیدا۔ عدا القوم زیدا ۔

شرح مائۃ عامل ص۱۵میں ہے:

واذا وقعت خلا وعدا بعد ما مثل ما خلا زیدا وما عدا زیدا او فی صدرالکلام مثل خلا البیت زیدا وعدا لقوم زیدا تعینتا للفعلیة ۔

(۲) جب من جارہ حروف جارہ علی اور عن پرداخل ہوجائے تو یہ دونوں اسم

ہوجاتے ہیں۔اس وقت علی بمعنی فوق ہوجاتا ہے۔اور عن بمعنی جانب جیسے من عن یمینه و من علیه ۔

شرح مائۃ عامل منظوم ملا جامی ص۸۹رمیں ہے:

برعلی وعن چو من داخل شود باشند اسم پس بمعنی فوق جانب می شوند اے مقتد۔

نیز الفیہ ابن مالک ص۹۲رمیں ہے:

واستعمل اسما وکذا عن وعلی۔ من اجل ذا علیهما من دخلا۔

(۳) جب حروف جارہ میں سے کاف۔واؤقسم۔تاءقسم۔رب۔حتی۔مذاورمنذ ہوں تو ان کا مجرور اسم ظاہر ہی ہوتا ہے۔لہذا کہ ۔ وهما ۔تهم ۔ربهما ۔حتا هن ۔مذك اور منذ کما وغیرہ کہنا درست نہ ہوگا۔

الفیہ ابن مالک ص۶۰رمیں ہے:

با لظا هر اخصص منذ مذ وحتی ۔والکا ف والواوورب والتا ء ۔

نیز شرح ابن عقیل ص۲۷۶میں ہے:من حروف الجر ما لا یجر الا الظاهر وهی هذه السبعة المذكو رة فی البیت الاول فلا تقول منذه ومذه وكذا الباقی ۔

نیز شرح مائۃ عامل ص۸۸رمیں ہے:

واواز بہر قسم داں لیک داخل می شود۔برظواہر نے ضمائر دائما اے مہترا۔

(۴) جب حروف جارہ من،با۔اور لام زیادہ ہوں تو یہ لفظ میں عمل کرنے کے باوجود معنی میں عمل نہیں کرتے یعنی ذکر وعدم ذکر سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔البتہ اکثر وبیشتر حسن کلام اور تاکید کے لئے انکولایا جاتا ہے۔

درایۃ النحو ص۲۶۴میں ہے:

المرا دبا لزیا دۃ ما لا یتغیر به معنی الاصل حتی یکو ن وجو د ه وعدمه متسا ویین والمقصود من زیا د تها فی الکلام التا کید او الفصاحة او کلاهما اوغیر ذلك ۔

(۵) جب فعل مضارع پر ان مصدریہ داخل ہو تو حرف جر من اس پرداخل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس وقت یہ بظاہر فعل مضارع ہے لیکن حقیقۃً ان کے ساتھ بمعنی مصدر ہوگیا ہے۔جیسے

”من ان اشرك بك شيئا ،، توحقیقۃً اس کا دخول اسم پر ہی ہے کیونکہ مصدر اسم ہی ہوتا ہے۔ لیکن ظاہراً فعل ہے یہ ہی حال لام جحد اور حتی وغیرہ کا ہے جب یہ فعل مضارع پر داخل ہوں اور ان کے بعد ان مقدر ہو۔

(۶) جب من حرف جار کلام موجب میں واقع ہو اور اس کا مجرور معرفہ ہو تو من زائد نہیں ہوسکتا۔ لہذا جاء نی من زید نہیں کہہ سکتے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۸۰ میں ہے:

ولا تزاد عند جمهو رالبصريين الا بشرطين احد هما ان يكون المجرور بها نكرة الثا نى ان يسبقها نفى او شبهه والمرا د بشبه النفى النهى نحو لا تضرب من احد والاستفهام نحو هل جاءك من احد ولا تزا د فى الايجا ب ولا يوتى بها جارة لمعرفة فلاتقول جا ء نى من زيد ۔

(۷) جب ایک حرف جر کے ذریعہ فعل مقید ہو جائے تو دوسرا حرف جر بغیر عطف استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس حرف کا تعلق بھی اسی فعل سے ہوگا جیسے: را يـــت زيــدا فـــى المسجد فى الطاق ۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۲/ میں ہے:

قـا لو الايجو ز حر فين اى جا رين مع مجرور بهما من جنس واحد بفعل وا حـد بـدو ن الـعـطف فـلا يقال مر رت بزيد بعمر والاان تعلق الثا نى با لفعل بعد تقييد الفعل با لاول نحو رايت زيد افى المسجد فى الطا ق ۔

اضافت کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ مضاف پر الف لام داخل ہوسکتا ہے؟

(۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضاجت مفرد معرفہ کی جانب نہیں ہوسکتی؟

(۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضافت نکرہ کی جانب نہیں ہوسکتی؟

(۴) وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضافت معرفہ ونکرہ دونوں کی جانب ہوسکتی ہے؟

(۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مضاف کو حذف کرنے کی صورت میں بھی مضاف الیہ کا جر متعین ہے؟

(۶) وہ کونسی صورت ہے کہ مضاف ومضاف الیہ کے درمیان فاصل لایا جاسکتا ہے؟

(۷)۔ وہ کونسے اسماء ہیں کہ جن کی اضافت ضمیر ہی کی جانب ہوتی ہے؟

(۸)۔ وہ کونسے اسماء ہیں جن کی اضافت اسم ظاہر ہی کی جانب ہوتی ہے؟

(۹)۔ وہ کونسے اسماء ہیں جن کی اضافت جملہ ہی کی جانب ہوتی ہے؟

(۱۰)۔ وہ کونسے اسماء ہیں جو بغیر اضافت استعمال نہیں ہوتے؟

(۱۱)۔ وہ کونسے اسماء ہیں جو ہمیشہ تثنیہ معرفہ کی جانب ہی مضاف ہوتے ہیں؟

جوابات اضافت کی پہیلیاں

(۱) جب مضاف باضافت لفظیہ ہو اور لفظ میں اضافت کی وجہ سے تخفیف پیدا ہوتی ہو تو مضاف پر الف لام داخل ہوسکتا ہے۔ جیسے ” الضاربا زيد اور الضاربوزيد“ لہذا الضارب زيد “ اضافت کی صورت میں کہنا جائز نہیں کیونکہ یہاں الضا رب سے تنوین اضافت کی وجہ

سے ساقط نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہے برخلاف پہلی دونوں مثالوں کے کہ ان میں نون تثنیہ و جمع اضافت ہی کی وجہ سے ساقط ہوا ہے۔ کیونکہ یہ الف لام کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

کافیہ ص۵۴ میں ہے۔

"وجا زالضا ر با زید والضا ربوز ید وامتنع الضا رب زید "

(۲) جب ،ای، شرطیہ ہوتو مفرد معرفہ کی جانب اس کی اضافت نہیں ہوسکتی،

(۳) جب ،ای، موصولہ ہوتو اس کی اضافت نکرہ کی جانب نہیں ہوسکتی جیسے: یعجبنی ایھم قا ئم ۔

شرح ابن عقیل ص۳۰۸ میں ہے:

فاما الموصولة فذکرالمصنف انها لاتضاف الاالی معرفة فتقول یعجبنی ایهم قائم

(۴) جب ،،ای،، شرطیہ اور استفہامیہ ہوتو معرفہ ونکرہ دونوں کی جا نب مطلقا اضافت ہوسکتی ہے خواہ وہ تثنیہ ہوں یا جمع یا مفرد البتہ مفرد معرفہ کی جانب شرطیہ ہونے کی صورت میں نہیں کما مر۔

شرح ابن عقیل ص۳۰۸ میں ہے:

واما الشرطیة والا ستفها میة فیضافان والی النکره مطلقا ای سواء کا ن مثنین او مجموعین او مفردین الا المفرد المعرفة فانهما لا یضا فان الیه الاالاستفها میة فانها تضاف الیه کما تقدم ذکره ۔

(۵) جب مضاف محذوف معطوف ہو اور اپنے معطوف علیہ مذکور کا مماثل ہو تو اس مضاف کے محذوف ہونے کے باوجود مضاف الیہ کا جر متعین ہے جیسا کہ مضاف کے مذکور ہونے کے وقت تھا جیسے: کل امرء تحسبین امراء

ونار توقدبالیل نارا

یہاں اصل میں، کل نار ،تھا لفظ کل حذف کردیا گیا۔ لیکن نا ر مضاف الیہ اب بھی مجرور ہے جیسا کہ کـــل کے مذکورہ ہونے کے وقت تھا، اور شرط بھی موجود ہے کہ محذوف معطوف علیہ کا مماثل بھی ہے، اور یہاں نار کو معطوف اور امری کو معطوف الیہ نہیں بنایا جاسکتا ورنہ ایک عاطف کے ذریعہ کو مختلف عاملوں کے معمولین پر عطف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ۔

شرح ابن عقیل ص۳۱۴ میں ہے :

قد یحذف المضاف ویبقی المضاف الیه مجرورا کما کا ن عند ذکر المضاف لکن بشرط ان یکون المحذوف مماثلا لما علیه قد عطف کقول الشاعر:

اکل امرئ تحسبین امرأ   ونا ر توقدبا للیل نارا

والتقدیر کل نا ر فحذف کل وابقی المضاف الیه مجرورا کما کا ن عند ذکرها والشرط موجو د وهو العطف علی مماثل المحذوف وهو کل فی قوله اکل امری۔

(۶)۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مصدر جب فاعل کی جانب مضاف ہو تو ان کے درمیان مصدر کے مفعول بہ یا ظرف کے ذریعہ فصل کیا جاسکتا ہے۔ جیسے ابن عامر کی قرائت میں اللہ تعالی کا فرمان:

وکذلك زین لکثیرمن المشرکین قتل اولادهم شرکا ئهم ۔

یہاں اولاد منصوب اور شرکاء مجرور اور قتل مصدر مضاف اور شرکاء مضاف الیہ کے درمیان اولاد بطور فصل مذکور ہے جو قتـــل مصدر کا مفعول بہ ہے اور اس طرح کا فصل حسن ہے۔ کیونکہ مصدر کا معمول غیر اجنبی ہے۔ لہذا فصل عدم فصل کی طرح ہے۔

(۲) اسم فاعل جب اپنے پہلے مفعول کی جانب مضاف ہو تو ان کے درمیان اسم فاعل کے دوسرے مفعول کے ذریعہ فصل کیا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله یہاں وعد منصوب اور رسل مجرور ہے اور مخلف اسم فاعل مضاف اور رسل مضاف الیہ کے درمیان وعد بطور فصل مذکور ہے۔ جو مخلف اسم فاعل کا مفعول بہ ثانی ہے۔

(۳) مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان قسم لاکر بھی فصل کیا جاسکتا ہے جیسے امام علی بن حمزہ کسائی نے اہل عرب کا قول بیان فرمایا ہے: هذا غلا م الله زید ۔

یہ تینوں صورتیں مختلف فیہ بین النحاۃ ہیں لیکن ابن مالک کا مذہب مختار یہ ہے۔

حاشیہ الفیہ ابن مالک ص۶۸ میں ہے:

مذهب كثير من النحويين انه لا يجوز الفصل بين المضاف والمضاف اليه بشئى الا فى الشعر وذهب شيخنا رحمه الله الى انه يجوز فى السعة االفصل بينهما فى ثلث صور۔ الاولى فصل المصدرالمضاف الى الفا عل بما تعلق بالمصد ر من مفعول به او ظرف كقرأ ة ابن عا مر زين لكثير من المشركين قتل اولا دهم شركائهم ۔وحسن مثل هذاالفصل لان معمول المصد ر غير اجنبى منه فا لفصل به كلافصل۔ الصورة الثا نيه فصل اسم الفا عل المضاف الى مفعوله الاول بمفعوله الثا نى كقوله تعا لى ۔ فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ۔ الصورة الثالثة فصل للمضاف عن ما اضيف اليه با لقسم نحو ماحكاه االكسائى من قولهم ها غلا م والله زيد ۔

(۷)۔وہ چند اسماء ہیں جنکی اضافت ہمیشہ ضمیر ہی کی جانب ہے یعنی وحــــــــد۔لبّی۔دوالی۔ سعدی

الفیہ ابن مالک ص ۶۵ میں ہے:

وبعض ما يضاف حتما امتنع   ايلا ء ه اسما ظاهر احيث وقع

كوحد لبّى ودوالى سعدى   وشذايلا ء يدى للبى

(۸)۔ وہ ذو اور اس کے فروع ہیں ۔ کیونکہ ان کی اضافت اسمائے اجناس ہی کی جانب ہوتی ہے۔اور ضمائر میں کوئی ضمیر بھی اسم جنس نہیں بلکہ سب معرفہ ہیں۔

جامع الغموض جلد اول ص ۷۰ میں ہے:

ذو مضاف نمی شود مگر بسوئے اسمائے اجناس کما تقرر و کاف اسم جنس نیست بلکہ معرفہ است۔

(۹)۔وہ حیث اذ،اذا وغیرہ ہیں۔لیکن ان میں تفصیل ہے حیث جملہ اسمیہ کی جانب بھی مضاف ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کی جانب بھی۔جیسے اجلس حيث زيد جا لس ۔ اجلس حيث جلس زيد ۔ اجلس حيث يجلس زيد ۔

اسی طرح اذ بھی جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں کی جانب مضاف ہوتا ہے۔جیسے: جئتك اذزيد قا ئم۔ جئتك اذ قام زيد ۔

لیکن اس کا مضاف الیہ کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور اس کے عوض تنوین لے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وانتم حينئذ تنظرون ۔لیکن اذا کی اضافت صرف جملہ فعلیہ کی جانب ہی ہوتی ہے جملہ اسمیہ کی جانب نہیں ہوتی۔لہذا اتيك اذا قام زيد کہنا درست ہے اور آتيك اذا زيد قائم کہنا درست نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۳۰۲ میں ہے:

من اللا زم للا ضا فة ما لا يضاف الاا لى الجملة وهو حيث واذواذ ا فا ما حيث فتضاف الى الجملة الا سمية نحو اجلس حيث زيد جا لس والى الجملة الفعلية نحواجلس حيث جلس زيد او حيث يجلس زيد واما اذ فتضاف ايضا الى الجملة الاسميةنحو جئتك اذ زيد قا ئم والى الجملة الفعلية نحو جئتك اذ قام زيد ويجوز حذ ف الجملة المضاف اليهاويوتى با لتنوين عوضا كقوله تعا لى ۔ وانتم حينئذ تنظرون ، واما اذا فلا تضاف الا الى جملة فعليه نحو آ تيك اذا قا م زيد ولا يجوز اضا فتها الى جملة اسمية فلا تقول آ تيك اذازيد قا ئم خلا فا لقوم۔

(۱۰)۔وہ چند ہیں: بعض اسماء وہ ہیں جن کے لئے لفظ و معنی دونوں اعتبار سے مضاف الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے عند ۔لدی ۔ سوی وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جن کے لئے باعتبار لفظ تو مضاف الیہ کا ہونا ضروری نہیں البتہ باعتبار معنی ہمیشہ مضاف ہی ہوتے ہیں۔جیسے کل بعض وغیرہ۔لھذا ان کو بغیر اضافت استعمال نہیں کیا جاسکتا۔اول الذکر کا مضاف الیہ ملفوظ ہونا ضروری ہے اور آخر الذکر کا ضروری نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۲۹۹ میں ہے:

من الاسما ء ما يلزم الاضافة وهو قسما ن۔ احدها ما يلزم الاضافة لفظا ومعنى ۔ فلا يستعمل مفرداای بلا اضافة وذا لك نحو عند ولدى وسوى ۔ والثانى ما لزم الاضافة معنى دون لفظ نحو كل وبعض اى فيجوز ان يستعمل مفرداای بلا اضافة۔

(۱۱)۔وہ کلا اور کلتا ہیں۔اور ان کے لئے باعتبار لفظ و معنی مضاف الیہ کا ہونا ضروری ہے۔نیز ان کا مضاف الیہ ہمیشہ تثنیہ معرفہ ہوتا ہے خواہ وہ تثنیہ باعتبار لفظ و معنی ہو خواہ

صرف باعتبار معنی ہو۔پہلی مثال جیسے:جاء نی کلاالرجلین، جاء تنی کلتا المرأتین
دوسری مثال جیسے:جا ئنی کلا ھما جائتنی کلتاھما۔

شرح ابن عقیل ص۳۰۶ میں ہے:

من الاسما ء اللا زمة الاضافة لفظا ومعنی کلا و کلتا ولا یضا فا ن الا الی معرفة مثنی لفظا ومعنی نحو جاء نی کلا الرجلین و کلتا المرأ تین او معنی دون لفظ نحو جا ئنی کلا ھما و کلتا ھما ۔

ضمائر کی پہیلیاں

(۱)وہ کونسی صورت ہے کہ ضمیر منفصل نہیں لائی جاسکتی؟
(۲)وہ کونسی صورت ہے کہ ضمیر معطوف علیہ نہیں ہوسکتی؟
(۳)وہ کونسی صورت ہے کہ ضمیر معطوف علیہ موکداور مبدل منہ نہیں ہوسکتی؟
(۴)وہ کونسی صورت ہے کہ ضمیر مرفوع متصل ہمیشہ مستتر ہی ہوگی؟
(۵)وہ کونسی صورت ہے کہ ضمیر کو مرجع سے پہلے لایا جاسکتا ہے؟
(۶)وہ کونسی صورت ہے کہ مرجع لفظا ورتبۃ موخر ہو پھر بھی ضمیر کو مقدم کیا جاسکتا ہے؟

جوابات ضمائر کی پہیلیاں

(۱)۔جب تک ضمیر متصل لا نا متعذر نہ ہو اس وقت تک منفصل نہیں لائی جاسکتی ۔
کیونکہ کلام عرب میں اصل ایجاز ہے اور ضمائر کی وضع ایجاز ہی کے لئے ہوئی ہے اور حروف کی قلت کے پیش نظر متصل بنسبت منفصل کے اخصر ہے لہذا جب تک متصل لا نا متعذر نہ ہو اس وقت تک اصل سے عدول کر کے منفصل نہیں لائی جاسکتی اور متصل لا نا متعذر نہ ہونے کے چند مقام ہیں:

(۱)جہاں ضمیر عامل پر مقدم ہو۔جیسے: ایا ك نعبد
(۲)جہاں ضمیر منفصل کسی ایسی غرض کے تحت لائی جائے جو متصل سے حاصل نہ ہو جیسے:
وما ضربك الا انا کہ حصر بغیر انفصال حاصل نہیں ہوگا۔
(۳)جہاں عامل ضمیر محذوف ہو جیسے:ایا ك والشر
(۴)جہاں عامل ضمیر معنوی ہو جیسے: انا زید

(۵) جہاں عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے: ما انت الا قائما ۔

(۶) جہاں ضمیر کی جانب کسی صفت کی نسبت کی گئی ہو اور وہ صفت کسی ایسی چیز کی خبر یا صلہ واقع ہو جن کے لئے وہ صفت نہ ہو جیسے: هند زيد ضاربته هي ۔

حاشیہ ہدایۃ النحو ص ۵۶ میں ہے:

زیرا کہ اصل در کلام عرب ایجاز است وضمائر برائے ایجاز موضوع شدہ اند وبسبب کمی حروف متصل بنسبت منفصل اخصر ست پس تا وقتیکہ آوردن متصل ممکن خواہد شد عدول از اصل درست نخواہد بود مگر وقت تعذر متصل وتعذر متصل در چند مقام می باشد۔ اول جائیکہ ضمیر متصل بر عامل مقدم باشد۔ دوم ہر جا کہ ضمیر منفصل برائے غرضے آرند کہ از متصل حاصل نمی شود۔ سوم مقامیکہ عامل ضمیر محذوف باشد۔ چہارم مقامیکہ عامل ضمیر معنوی باشد۔ پنجم محل کہ عامل حرف باشد وضمیر مرفوع ششم درجائیکہ بجانب ضمیر صفتے مسند بود کہ خبر یا صلہ از چیزے آید کہ برائے اونباشد۔

(۲)۔ ضمیر مرفوع متصل بارز یا مستتر معطوف علیہ واقع نہیں ہوسکتی جب تک اس کی تاکید ضمیر منفصل سے نہ لائی جائے جیسے: ضربت انا و زيد ،، اور اگر ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ کر دیا جائے تو یہ ہی ضمیر اب معطوف علیہ بھی واقع ہو جائے گی جیسے:

ضربت اليوم هند

ہدایۃ النحو ص ۴۹ میں ہے:

اذا عطف على الضمير المرفوع المتصل يجب تا كيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيد الا اذا فصل نحو ضربت اليوم وزيد ،

(۳)۔ جب ضمیر شان کسی جملہ میں آئے تو یہ معطوف علیہ، موکد اور مبدل منہ نہیں ہوسکتی۔

ہمع الہوامع شرح جمع الجوامع جلد اول ص ۶۷ میں ہے:

والفرق بينه وبين الضمائر انه لا يعطف عليه ولا يو كد ولا يبدل منه ۔

(۴)۔ ماضی کے واحد مذکر غائب اور متکلم کے دونوں صیغوں نیز صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہی ہوگی۔

ہدایۃ النحو ص ۵۵ میں ہے:

واعلم ان المرفوع المتصل خاصة يكون مستترا فى الماضى للغائب والغائبة كضرب اى هو و ضربت اى هى و فى المضارع المتكلم مطلقا نحو اضرب اى انا و نضرب اى نحن و للمخاطب كتضرب اى انت وللغائب والغائبة كيضرب اى هو و تضرب اى هى و فى الصفة اعنى اسم الفاعل والمفعول وغيرهما مطلقا ،،

(۵)۔ جب ضمیر کو مرجع سے مقدم کرنے کی صورت میں صرف لفظا اضمار قبل الذکر لازم آئے رتبۃً نہیں یعنی مرجع باعتبار لفظ مؤخر ہو لیکن باعتبار رتبہ مقدم ہی رہے تو اس صورت میں ضمیر کو مرجع سے پہلے لانا درست ہے جیسے: ضرب غلامه زيد کہ یہاں ضمیر مجرور زید کی جانب راجع ہے اور زید اگرچہ باعتبار موخر ہے لیکن باعتبار رتبہ مقدم ہے کیونکہ یہ فاعل ہے جس کا اصل مقام فعل سے متصل ہے لہذا ضمیر کا تقدم اس صورت میں جائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۵۴ میں ہے: پس معلوم شد کہ زید فاعل ست باعتبار رتبہ مقدم ست اگرچہ بحسب لفظ موخر ست واضمار قبل الذکر لفظا ورتبۃ ممتنع است نہ لفظا فقط۔

(۶)۔ جب ضمیر شان یا قصہ ہو تو اس کا مرجع لفظا ورتبۃ دونوں اعتبار سے موخر ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوگا جو اس ضمیر کی تفسیر کریگا۔

ہدایۃ النحو ص ۵۶ میں ہے: واعلم ان لهم ضميرا يقع قبل كلمة تفسره و يسمى ضمير الشان فى المذكر و ضمير القصة فى المونث نحو قل هو الله احد وانها زينب قائمة ،

اور یہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بصریوں کے نزدیک بشرط تفسیر جائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۷۱ میں ہے:

نزدیک نحات بصریہ اضمار قبل الذکر در عمدہ بشرط تفسیر جائز است مثل قولہ تعالی: قل هو الله احد۔

غیر منصرف کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صیغہ جمع میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں ۔ یا تین حرف ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو۔لیکن پھر بھی وہ منصرف ہی رہتا ہے ۔غیر منصرف نہیں ہوتا؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صیغہ جمع میں ھاء ہوز ہولیکن پھر بھی وہ غیر منصرف ہوتا ہے؟

جوابات غیر منصرف کی پہیلیاں

(۱)۔جب صیغہ جمع میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں اور پہلا مفتوح ہو یا تین حرف ہوں اور پہلا مفتوح ہو تو وہ اسم منصرف ہی رہتا ہے اس لئے کہ جمع کے سبب منع صرف ہونے کے لئے صیغہ منتھی الجموع ہونا شرط ہے۔اور صیغہ منتھی الجموع اسی وقت ہوگا جبکہ الف جمع کے بعد واقع ہونے والے دو یا تین حروف میں سے پہلا حرف مفتوح نہ ہو بلکہ مکسور ہو۔

لہذا صحاری (کہ صحراء کی جمع تکسیر ہے) اور کمالات (کہ کمال کی جمع تکسیر ہے) کو غیر منصرف نہیں پڑھا جائے گا۔کیونکہ اس میں شرط مفقود ہے۔

جامع الغموض شرح کافیہ جلد اول ص ۱۱۸ میں ہے:

ودر کمالات وصحاری صیغہ منتھی الجمع موجود نیست زیرا کہ صیغہ منتھی الجمع ایں است کہ اول او مفتوح بود و ثالث او الف و بعد الف دو حرف بودند واول ایں دو حرف مکسور باشد و یا بعد الف سہ حرف بودند ساکن الاوسط و حرف اول ازیں سہ حروف مکسور بود چوں صحاری اگر چہ بعد الف دو حرف اند لیکن حرف اول مکسور نیست وہمچنیں در کمالات اگر چہ بعد الف سہ حروف اند ولیکن اول آنہا مکسور نیست۔

(۲)۔جب صیغہ جمع میں ایسی ہاء ہوز ہو جس کو تاء تانیث کے بدلے میں نہیں لایا گیا ہے بلکہ وہ خود حروف اصلیہ میں سے ہے تو ہاء کے باوجود اس کو غیر منصرف ہی پڑھا جائیگا۔جیسے فوارہ کہ یہ فارہ کی جمع ہے اور ہاء حرف اصلی ہے

جامع الغموض جلد اول ص ۱۱۸ میں ہے:

پس نحو فوارہ کہ جمع فارہ است وارد نمی شود زیرا کہ ہاء ہوز در و بدل از تاء تانیث نیست بلکہ از ذات کلمہ است۔

تثنیہ کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم ممدود کے الف کو تثنیہ بناتے وقت واؤ سے بدلنا اور باقی رکھنا دونوں جائز ہے؟

(۲) وہ کونسے واحد ہیں جو مونث بالتاء ہیں اور ان کے تثنیہ میں تائے تانیث کو حذف کرنا جائز ہے؟

جوابات تثنیہ کی پہیلیاں

(۱)۔ جب اسم ممدود واحد میں الف ممدودہ نہ اصلی ہو اور نہ تانیث کے لئے ہو بلکہ یا تو الحاق کے لئے ہو۔ جیسے علباء کہ اس کا ہمزہ قرطاس سے الحاق کے لئے ہے۔ یا واؤ یا یاء اصلی سے بدل کر آیا ہو۔ جیسے: کساء، رداء کہ ان دونوں کی اصل کسا و اور ردای۔ تھی تو اس ہمزہ کو تثنیہ میں واؤ سے بدلنا اور اپنے حال پر باقی رکھنا دونوں جائز ہیں۔ لہٰذا "علباء ان" اور "علباوان"۔ اسی طرح کساءان اور کساوان، ردأن اور رداوان، دونوں جائز ہیں۔ ہمزہ کا باقی رکھنا اس لئے جائز ہے کہ علباء کا ہمزہ اس واو یا یا کے بدلہ میں ہے جو قرطاس کی سین کے مقابل ہونے کی بنا پر اصل کے ساتھ ملحق اور حرف اصلی کی مانند ہے لہذا یہ ہمزہ حکما حرف اصلی ہوا اور کساء ورداء کا ہمزہ اس واو اور یا کے عوض میں ہے جو اصلی ہیں لہذا یہ ہمزہ بھی حرف اصلی کے حکم میں ہوا اس طرح علباء کساء اور رداء کے ہمزہ قراء کے ہمزہ اصلیہ کے مشابہ ہو گئے اور اس مشابہت کی بنا پر ان کا باقی رکھنا جائز ہوا۔ اور ہمزہ کا واؤ سے بدلنا اس لئے جائز ہے کہ ان تینوں اسماء کے ہمزہ حقیقۃً حرف اصلی نہیں ہیں لہذا اصل نہ ہونے میں حمراء کے ہمزہ کے مشابہ ہوئے اور چونکہ حمراء کا ہمزہ واؤ سے بدل جاتا ہے اس سے مشابہت کے

اعتبار سے ان تینوں کے ہمزہ کو بھی واؤ سے بدلنا جائز ہوا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۴ میں ہے:

والا ای وان لم تكن الهمزة اصلية ولا للتانيث با ن تكو ن للالحاق كعلباء فا ن همزته للالحاق بقرطا س او منقلبة عن وا و او يا ء اصلية ككسا ء ورداء فان اصلهما كسا و وردای فالو جها ن المذكورا ن جا ئز ان احد هما ثبوت الهمزة وبقا ئها لان الهمزة فی الصورة الا ولی منقلبة عن واو یاء ملحقة بالا صل وفی الاخری عن اصلية فشا بهتا همزة قرا ء فتثبت فی الصورتين كما فی قراء وثانيها قلب الهمزة وا و الا ن عين الهمزة فی الصو رتين ليست با صلية فشا بهت همزة حمراء فانقلبت مثلها واو۔

(۲)۔ وہ واحد خصیه وا لیه ہیں کہ ان دونوں کا تثنیہ بناتے وقت علے خلاف قیاس تاء تانیث کو حذف کرنا جائز ہے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ تاء نیث کو لانا واجب ہوتا۔ جیسے: شجر تان ثمرتان وغیرہ میں لانا واجب ہے لیکن یہاں اس لئے حذف کرنا جائز ہے کہ دونوں خصیے ایک دوسرے کے ساتھ اور دونوں سرین آپس میں ایک دوسرے سے ایسا شدید اتصال رکھتے ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے سے انتفاع ممکن ہی نہیں۔ لہذا یہ دونوں مفرد کے درجہ میں ہو گئے ہیں اور تاء تانیث کو حذف کر کے خصیا ن ،الیا ن کہنا جائز ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۵ میں ہے:

و حذف تا ء التا نيث التی قيا سها ان لا تحذف عن آ خرالمثنی كشجرتان و ثمرتا ن فی خصيا ن االيا ن علی خلا ف القياس مع جوا ز اثبا تها فيها علی القياس اتفا قا و و جهحذفها فيهما ان كل وا حدة من الخصيتيں والا ليتين لما اشتد اتصا لهما با الاخر بحيث لا يمكن الانتفا ع بها بدو نها صا رتا بمنزلة المفرد وتا ء التا نيث لا تقع فی حشوه۔

جمع کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم ذات کی جمع مذکر سالم نہیں آتی ؟
(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم صفت کی جمع مذکر سالم نہیں آتی ؟
(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم صفت کی جمع مونث سالم نہیں آتی ؟

جوابات جمع کی پہیلیاں

(۱)۔اسم ذات کی جمع مذکر سالم آنے کے لئے شرط ہے کہ وہ مذکر علم اور ذی العقل ہو لہذا جب یہ تینوں شرطیں نہ پائی جائیں یعنی جب اسم ذات غیر مذکر، غیر علم اوور غیر ذوی العقول میں سے ہوتو اس کی جمع مذکر سالم یعنی واواور نون یا یاءاور نون کے ساتھ نہیں آتی ہاں تینوں شرائط ایک ساتھ مفقود ہوں، جیسے عین یا دو شرائط جیسے امرأة۔ یا ایک شرط جیسے۔ اعوج (جب کہ یہ فرس کا علم ہو) ان تینوں کی جمع واواور نون یا یاءاور نون کے ساتھ نہیں آتی۔اس لئے کہ جمع مذکر سالم جموع میں اشرف ہے۔ کیونکہ واحد کی بنا اس میں سالم رہتی ہے۔اور مذکر علم عاقل بھی اپنے غیر سے اشرف ہے لہذا اشرف کو دیدیا گیا اور جس اسم میں یہ شرائط نہ پائی جائیں اس کے لئے یہ صیغہ باقی ہی نہیں رہا۔

فوائد ضیائیہ ص/۲۷۸ میں ہے:

و شرطه ای شرط اسم اريد بجمعه جمع الصحيح المذكر يعنی شرط صحة جمعيته ان کا ن ذلك الاسم اسما ای اسما محضا من غير معنی و صفية فيه فمذكر علم ای فكونه مذكر اعلما يعقل من حيث مسماه لا من حيث لفظه وا نما اشترط ذلك لكون هذاالجمع اشرف الجموع لصحة بناء الوا حد فيه والمذكر

العلم العا قل اشرف من غيره فا عطی الا شرف للا شرف فان فقد فيه الكل كا لعين او اثنا ن كا لمرا ة او وا حد نحو اعوج للفرس لم يجمع هذا الجمع ۔

(۲)۔جب اسم صفت غیر مذکر، غیر یعقل ہو یا افعل کے وزن پر آنے والا مذکر کا ایسا صیغہ ہو جس کی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہو، یا فعلان کے وزن پر آنے والا مذکر کا ایسا صیغہ ہو جسکی مونث فعلی کے وزن پر آتی ہے۔ یا جس میں مذکر و مونث برابر ہوں۔ یا جس مذکر میں تاء تانیث ہوتو ان تمام کی جمع مذکر سالم یعنی واواور نون یا یاءاور نون کے ساتھ نہیں آتی۔اول کی وجہ ما سبق میں معلوم ہو چکی کہ مذکر یعقل اشرف ہے اپنے غیر سے ثانی میں اس لئے کہ اس افعل اور اسم تفضیل کے افعل میں فرق باقی رہے۔ کیونکہ اسم تفضیل کی جمع واواور نون وغیرہ کے ساتھ بھی آتی ہے۔جیسے افضلون فرق واضح کرنے کے لئے اس کے برعکس بھی ہوسکتا تھا۔لیکن اس لئے نہیں کیا گیا کہ وصفیت کے معنی اسم تفضیل میں کامل ہیں، کیونکہ اس میں زیادت کے معنی پائے جاتے ہیں۔لہذا اشرفیت اسی کو حاصل ہے۔ فجمعه كذلك یعنی اس کی جمع بھی ایسی ہی ہونی چاہیے۔اس کے علاوہ اس وزن پر آنے والا اسم صفت ظاہر ہے اس کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس کے لئے یہ صیغہ باقی ہی نہیں رہا۔جیسے: احمر کہ اس کی مونث حمراء آتی ہے۔ ثالث میں اس لئے کہ اس فعلا ن اور اس فعلا ن میں جس کی مونث فعلا نة کے وزن پر آتی ہے فرق باقی رہے۔ کیونکہ اس دوسرے فعلا ن کی جمع واواور نون وغیرہ کے ساتھ آتی ہے جیسے ۔۔ ندما نون۔ یہاں بھی وضاحت فرق کیلئے اس کے برعکس اس لئے نہیں کیا گیا کہ فعلا ن اور فعلا نة کے درمیان تذکیر و تانیث میں فرق تاء اور عدم تاء کے اعتبار سے ہے۔اور تاء و عدم تاء تذکیر و تانیث کے درمیان فرق کرنے میں اصل ہے لہذا اس حامل اصل کو جمع کا وزن بھی باعتبار اصل ملا کہ جمع سالم بھی جموع میں اصل ہے جیسے سکرا ن کہ اس کی مونث سکری آتی ہے۔رابع میں اس لئے کہ جب یہ مذکر و مونث میں سے کسی کے ساتھ خاص ہی نہیں تو اب اس کی ایسی جمع بھی نہ لائی جائے جو کسی ایک کے ساتھ خاص ہو جیسے جریح کہ مذکر و مونث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔لہذا اب اس کے لئے واؤ اور نون وغیرہ کے ساتھ جمع لانے کا صیغہ ہی باقی نہیں رہا ورنہ مذکر سے تخصیص لازم آئے گی، اور یہ خلاف مفروض ہے۔، خامس میں اس لئے کہ صیغہ جمع مذکر اور تاء تانیث کا اجتماع مکروہ ہے۔اور تاء کو اگر حذف کر دیا جائے تو یہ التباس ہوگا

کہ یہ جمع اس اسم کی ہے جو تاء کے ساتھ ہے یا بغیر تاء ہے جیسے: علا مۃ ۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۹ میں ہے:

و شرطه ای شرط الاسم الذی ار ید جمعه جمع المذکرالصحیح ان کا ن صفة من الصفا ت غیر علم کا سمی الفا عل والمفعول فمذکر یعقل ای له شروط فا لشرط الاول کو نه مذکرا یعقل لما مر والشرط الثا نی ان یکو ن ذلك الاسم الکا ئن صفة افعل فعلا ء ای مذ کرا غیر مستوفی صیغة الصفة الکا ئن ذا لك الاسم ایا ها مع المو نث بل یکون المذ کر علی صیغة افعل و المونث علی صیغة فعلا ء مثل احمر حمرا ء للفرق بینه و بین افعل التفضیل کا فضلون ولم یعکس لان معنی الصفة فی افعل التفضیل کا مل لدلا لته علی الزیا دة والشرط الثالث ان لا یکون ذلك الا سم فعلا ن فعلی ای مذکر ا غیر مستو فی تلك الصیغه مع المو نث بل یکون المذکر علی صیغة فعلا ن والمو نث علی صیغة فعلی مثل سکرا ن سکری فانه لا یقا ل فیه سکرا نو ن للفرق بینه وبین فعلا ن فعلانة کند ما نو ن ولم یعکس لان فعلا ن فعلا نة اصل فی الفرق بین المذکر والمو نث لانه فیه با لتا ء وعدمها والشرط الرا بع ان لا یکو ن الاسم المذکو ر مذکر ا مستو یا فیه ای فی هذه الصفة بتاویل الوصف مع المونث مثل جریح و صبو ر یقال رجل جریح و صبو ر وامرا ة جریح و صبو ر فلا یجمع با لوا و والنون ولا با لف والتا ء فا نه لما لم یختص بالمذ کر ولا بالمو نث لم یحسن ان یجمع جمعا مخصوصا با حد هما بل المناسب ان یجمع جمعا یستو یا ن فیه مثل جریح و صبو ر والشر ط الخا مس ان لا یکون الاسم المذکور مذکرا متلبسا بتاء التا نیث مثل علامة کرا هة اجتما ع صیغه جمع المذکر وتا ء التا نیث ولو حذفت التا ء لزم اللبس ۔

(۳)۔جب اسم صفت مونث کا مذکر ہو مگر ایسا نہ ہو کہ جسکی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی گئی ہو۔یا اس کا مذکر ہی نہ ہو اور صیغہ مونث تاء تانیث سے خالی ہو۔ان دونوں صورتوں میں اس کی جمع مونث سالم نہیں لائی جائے گی۔اول کی مثال جیسے: حمرا ء اور سکری کہ ان کے مذکر احمر اور سکران کی جمع واو اورنو ن کے ساتھ نہیں آئے گی لہذا حمراء اور سکران کی جمع

واو اور نون کے ساتھ نہیں آتی۔لہذا حمرا ء اور سکر ی کی بھی جمع مونث سالم یعنی الف اور تا کے ساتھ نہیں آئے گی البتہ فضلی کہ اس کا مذکر افضل ہے جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ثانی کی مثال جیسے: حائض کہ اس کا مذکر ہی نہیں اور یہ خود تاء تانیث سے خالی ہے۔لہذا اس کی جمع جمع سالم نہیں آ سکتی۔البتہ حا ئضہ کہ اس کا مذکر تو نہیں ہے لیکن یہ خود تاء تانیث سے خالی نہیں ۔لہذا اس کی جمع الف و تاء کے ساتھ لائے جاتی ہے جیسے: حائضات۔

حاشیہ فوائد ضیائیہ ص ۲۸۰ میں ہے:

والحاصل ان کا ن له مذکر فان جمع مذکر ه با لواو والنون کا فضل جمع با لوا و والنون کا فضلون جمع المو نث با لا لف وا لتا ء کفضلی جمع علی فضلیا ت وان لم یجمع مذکره با لواو والنون لم یجمع المو نث با لا لف والتا ء اصلا کاحمر حمرا ء وفعلا ن وفعلی کسکری وان لم یکن له مذکر اصلا فشرطه ان لا یکون المونث مجردا عن التا ء کحا ئضة فانه یجمع علی حا ئضا ت بخلا ف الحائض فا نه لم یجمع بالالف والتاء۔

اسم فاعل کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کی اپنے مفعول کی طرف اضافت معنویہ واجب ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کے نون تثنیہ اور جمع کو حذف کرنا جائز ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل میں کوئی زمانہ بھی نہ پایا جائے پھر بھی وہ عامل ہوگا؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل میں کوئی سا بھی زمانہ پایا جائے لیکن وہ عامل ہوگا؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کے بعد آنے والا معمول کسی فعل مقدر کا معمول ہوتا ہے؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل واسم مفعول میں بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں ہوسکتی ہیں؟

جوابات اسم فاعل کی پہیلیاں

(۱)۔جب اسم فاعل متعدی ماضی کے معنی میں ہواوراس کے بعد اس کے مفعول کو ذکر کرنا چاہیں تو مفعول کی جانب اسم فاعل کی اضافت معنویہ واجب ہوگی۔اس صورت میں اضافت لفظیہ نہیں پائی جاسکتی کیونکہ اضافت لفظیہ کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہاں اسم فاعل کا مضاف الیہ بحسب الظاہر اس کا معمول نہیں کیونکہ اسم فاعل متعدی صرف اس وقت عامل ہوتا ہے جب حال یا استقبال کے

لئے ہو لہذا جب ماضی کے معنی میں ہو تو عامل نہیں ہو گا پھر اضافت لفظیہ کس طرح پائی جاسکتی ہے۔نیز اسی وجہ سے مذکورہ بالا صورت میں اس مفعول کو منصوب کرنا بھی جائز نہیں بلکہ اس کی طرف اسم فاعل کی اضافت ہی واجب ہے جو کہ معنویہ ہوگی۔جیسے: زیـد ضـــارب عـمـر وامس۔

فوائد ضیائیہ ص۲۸۶ میں ہے:

فـانـكا ن اسم الفا عل المتعدى للما ضى اى للزما ن الماضى بالا ستقلال او فـى ضـمـن الاسـتـمرار واريد ذكر مفعوله وجبت الاضا فة اى اضافة اسم الفاعل الـى مـفـعـوله معنى اى اضافة معنوية لفوات شرط الاضافة اللفظية مثل زيد ضارب عمر وامس۔

حاشیہ فوائد ضیائیہ ص۲۸۷ میں ہے:

لان شـرطهـا ان يـكـون المضاف فيها صفة مضافة الى معمولها فاذا كا ن اسـم الـفـا عـل بـمـعـنـى الـمـا ضـى لا يـعـمل بحسب الظاهر لا شتراط الزما نين المذكورين فى عمله فلا يكون ح مضافا الى معموله بحسب الظاهر۔

(۲)۔جب اسم فاعل اپنے کسی معمول کو مفعولیت کی وجہ سے نصب دے تو اسم فاعل سے نون تثنیہ وجمع کو حذف کرنا جائز ہے۔کیونکہ تخفیف مطلوب ہے جیسے المقيمى الصلوٰة یہ مثال جب بن سکتی ہے جبکہ الـصـلـوة کو نصب پڑھا جائے اور اسم فاعل نکرہ ہو تو بھی نون کو حذف کرنا جائز ہے لیکن بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان لـذا ئـقـو الـعذاب پہلی صورت میں بغیر ضعف اس لئے جائز ہے کہ اسم فاعل صلہ واقع ہوا ہے اور صلہ میں طوالت سے اختصار اچھا ہے۔دوسری صورت میں اسم فاعل صلہ ہی واقع نہیں کہ اختصار و تخفیف مقصود ہوں۔

فوائد ضیائیہ ص۲۸۸ میں ہے:

ويـجـوز حـذف الـنـون اى نـون المثنى والمجموع مع عمله فى معموله بـنـصبـه عـلـى المفعولية بخلا ف ما اذا كا ن مضا فا اليه فا ن حذفها وا جب و مع التـعريف تخفيفا مفعول له للحذف اى يجوز حذفها لوجود هذين الشرطين تقصد

التخفیف لطول الصلة بھا کقرأۃ من قرء المقیمی الصلوٰۃ بنصب الصلوٰۃ علی المفعولیۃ واما علی تقدیر التنکیر مثل قولہ تعالی لذا ئقوا العذاب با لنصب فحذفھا لان اسم الفا عل لم یقع صلۃ اللا م والقرأۃ مما لا اعتما د علیہ ۔

(۳)۔جب اسم فاعل صرف فاعل میں عامل ہوتو اس میں کسی زمانے کی شرط نہیں وہ بغیر زمانہ ہی اپنے فاعل میں عامل ہوگا کیونکہ زمانہ کی شرط مفعول میں عمل کرنے کے لئے لگائی جاتی ہے البتہ اسم فاعل میں اعتماد علی صاحبہ وغیرہ اب بھی ضروری ہے۔

حاشیہ فوائدضیائیہ ص/۲۸۶ میں ہے:

وانما قید با لمتعد ی لان اشتراط الزما ن فی عمل اسم الفا عل لا جل عملہ فی المفعول ولیس ذلک شرطا فی ا لعمل فی الفا عل ۔

(۴)۔جب اسم فاعل پر الف لام داخل ہوجائے تو اب اس میں تمام زمانے برابر ہیں۔خواہ کوئی زمانہ ہو بہرحال یہ عامل ہوگا جیسے: مررت با لضارب ابوہ زیدا امس او غدا اوالآن اس لئے کہ یہ حقیقۃً فعل ہی تھا چونکہ فعل پر الف لام داخل کرنہیں سکتے تھے اس لئے اسم کی جانب عدول کرلیا گیا۔

فوائدضیائیہ ص/۲۸۷ میں ہے:

فان دخلت اللام المو صولۃ علی اسم الفا عل استوی الجمیع ای جمیع الازمنۃ فتقول مررت با لضارب ابوہ زیدا امس کما تقول مررت با لضا رب ابوہ زید االآن او غدا لانہ فعل بالحقیقۃ حینئذ عدل عن صیغۃ الفعل الی صیغۃ الاسم لکراھتھم ادخال اللام علیہ۔

(۵)وہ اسم فاعل متعدی کہ جس میں زمانہ ماضی پایا گیااور وہ مفعول میں عمل نہ کرنے کی وجہ سے وجوباً فعل کی جانب مضاف ہوگیا۔اگر اس اسم فاعل کے بعد کوئی دوسرا معمول پایا جائے تو وہ کسی فعل مقدر ہی کا معمول ہوگا۔اور وہ فعل مقدر بھی اسی اسم فاعل کے مادہ سے ماخوذ ہوگا۔جیسے زیدمعطی عمرودرھما امس کہ یہاں درھما سے پہلے اعطاہ مقدر ہے اس لئے کہ جب کسی قائل نے کہا:

زید معطی عمر و امس تو گویا سائل نے سوال کیا کہ اس کو کیا دیا تو اس نے

جواب میں کہا: اعطا ہ درھما۔

فوائدضیائیہ ص/۲۹۷ میں ہے:

فان کان لہ ای لاسم الفا عل معمو ل آ خر غیر ما اضیف اسم الفاعل الیہ فبفعل مقدرای فا نتصا بہ بفعل مقدر لابا سم الفا عل نحو زید معطی عمرو درھما امس فدرھما منصوب با عطی المقدر فانہ لما قیل معطی عمرو قیل ما عطا ہ فقیل درھما ای اعطا ہ درھما ۔

(۶)۔جب اسم فاعل واسم مفعول متعدی نہ ہوں تو ان میں بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں ہوسکتی ہیں۔جن میں دوممتنع،آٹھ،احسن،چار حسن،اور چار قبیح ہوں گی۔جیسے صفت مشبہ میں ہوتی ہیں۔

کافیہ ص/۹۱ میں ہے:

واسما الفا عل والمفعول غیر المتعدیین مثل الصیغۃ فی ذلک ۔

صفت مشبہ کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال ممتنع ہے؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال احسن ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال حسن ہے؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال قبیح ہے؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ میں ضمیر نہیں ہوتی؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ صیغہ صفت مشبہ فعل کی طرح ہوتا ہے؟

جوابات صفت مشبہ کی پہیلیاں

(۱)۔جب صفت مشبہ کی اضافت سے تخفیف کا فائدہ حاصل نہ ہو یا صفت مشبہ کے معرف باللام ہونے کی وجہ سے نکرہ کی جانب اضافت ممتنع ہو۔پہلی صورت جب پائی جاتی ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت اس کے ایسے معمول کی جانب ہو جو ضمیر موصوف کی جانب مضاف ہے خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ کے موصوف کی جانب بالواسطہ راجع ہو یا بلا واسطہ۔جیسے: الحسن وجه غلا مه اور الحسن وجهه دوسری صورت جب پائی جاتی ہے کہ صفت معرف باللام ایسے معمول کی جانب مضاف ہو جو مجرد عن اللام ہے جیسے الحسن وجه اور الحسن وجه غلا م اس لئے کہ اس صورت میں الحسن کی اضافت جو وجه کی جانب ہے اگر چہ تخفیف کا فائدہ دیا ہے کہ ضمیر حذف ہو کر صفت میں مستتر ہے۔لیکن نحویوں نے اس اضافت کو جائز قرار نہیں دیا ہے اس لئے کہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی جانب اگر چہ لفظیہ ہوتی ہے اور مفید تخفیف ہوتی ہے۔لیکن یہ اضافت ایسی ہے جو اضافت معہودہ کے عکس کے مشابہ ہے۔کیونکہ

یہاں مضاف معرفہ ہے اور مضاف الیہ نکرہ اور اس اضافت لفظیہ میں مضاف نکرہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ معرفہ۔عکس کے مشابہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اضافت اپنی حقیقت ومعنی کے اعتبار سے تخفیف کا فائدہ تو دیتی ہی ہے۔

فوائد ضیائیہ ص/۲۹۲ میں ہے:

اثنا ن منها ای من تلك الاقسام ممتنعان احدهما ان تكون الصفة با للام مضافة الى معمولها المضاف الى ضمير الموصوف بوا سطة او غير وا سطة مثل الحسن وجهه والحسن وجه غلا مه لعدم افادة الاضا فة فيه خفة لان الخفة فى الصفة المشبهة اما بحذف التنوين او النون كحسن وجهه با لا ضا فة او بحذف ضمير الموصوف من فا عل الصفة او مما اضيف اليه الفا عل واستتا ره فى الصفة مثل الحسن الوجه والحسن وجه الغلا م او بحذفها معا ولا خفة فيه بواحد منها و ثا نيهما ان تكون الصفة با للام مضافة الى معمولها المجرد عن اللام مثل الحسن وجه او وجه غلا م لان اضافة الحسن الى وجه وان افا دت التخفيف بحذف الضمير واستتاره فى الصفة لكنهم لم يجوز وها لا ن اضافة المعرفة الى النكرة وان كا نت لفظية مفيدة للتخفيف لكنها فى الصورة تشبه عكس المعهود من الاضافة۔

اور حاشیہ فوائد ضیائیہ ص ۲۹۲ میں ہے:

لان المعهود هو اضافة النكرة الى المعرفة دون العكس وانما قال فى الصورة تشبه ولم يقل لكنها عكس المعهود من الاضافة لا نها بحسب الحقيقة والمعنى تفيد التخفيف

(۲)۔صفت مشبہ کے جس استعمال میں ایک ضمیر ہو خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو اور یہ سات صورتیں ہیں جیسے: الحسن الوجه۔الحسن وجه " حسن الوجه، حسن الوجه، الحسن وجها، حسن وجها، حسن وجه "یا اس کے معمول میں ہو اور یہ دو صورتیں ہیں جیسے: الحسن وجهه، حسن وجهه ان تمام صورتوں کا استعمال احسن ہے۔اس لئے کہ ضمیر اس میں بقدر حاجت ہے نہ اس میں زیادتی ہے اور نہ کمی۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

ما كان فيه ضمير واحد منها اى من تلك البواقى انما فى الصفة وها سبعة اقسام الحسن الوجه بنصب المعمول والحسن الوجه بجره وحسن الوجه بنصب وحسن الوجه بجره والحسن وجها وحسن وجها وحسن وجه بجره واما فى المعمول مثل الحسن وجهه وحسن وجهه برفعه فيهما وهما قسمان والمجموع تسعة احسن ۔

(۳)۔صفت مشبہ کے جس استعمال میں دو ضمیریں ہوں۔ایک صفت مشبہ میں ہو اور دوسری معمول میں ہو اس کی دو صورتیں ہیں الحسن وجهه حسن وجهه ان دونوں صورتوں کا استعمال حسن ہے اس لئے کہ اس میں ضمیر موجود ہے جو محتاج الیہ ہے۔احسن اس لئے نہیں کہا کہ ایک سے زیادہ ضمیر کو شامل ہے جو بلا ضرورت ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

وما كان فيها ضمير ان منها احدهما فى الصفة والاخر فى المعمول مثل حسن وجهه والحسن وجهه بنصبه فيهما فهو قسمان حسن لاشتماله على الضمير المحتاج اليه غير احسن لاشتماله على ضمير زائد على قدر الحاجة ،،

(۴)۔صفت مشبہ کے جس استعمال میں کوئی ضمیر نہ ہو۔اس کی چار صورتیں ہیں الحسن الوجه ۔حسن الوجه ۔الحسن وجه حسن وجه ان چاروں صورتوں کا استعمال قبیح ہے۔اس لئے کہ موصوف سے لفظ میں رابطہ پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

وما لا ضمير فيه منها وهو اربعة اقسام الحسن الوجه وحسن الوجه والحسن وجه وحسن وجه برفعه فيهما قبيح لعدم الرابطة بالموصوف لفظا۔

(۵)۔جب صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہوگا تو صفت میں ضمیر نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا معمول اس وقت فاعل ہے اب اگر اس میں ضمیر بھی لائی جائے تو تعدد کا فاعل لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

ومتى رفعت معمول الصفة بها فلا ضمير فيها اى فى الصفة لان معمولها

حينئذ فاعل لها فلو كان فيها ضمير يلزم تعدد الفاعل ۔

(۶)۔جب صفت مشبہ میں ضمیر نہ ہو تو فعل کی طرح ہوتی ہے یعنی جس طرح کہ فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فاعل کے تثنیہ وجمع ہونے کی صورت میں فعل کو تثنیہ وجمع نہیں لایا جاتا اسی طرح صفت مشبہ کے معمول کے تثنیہ وجمع ہونے کی صورت میں صفت مشبہ کو تثنیہ وجمع نہیں لایا جائے گا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

فهى اى تلك الصفة ح كالفعل فكما ان الفعل لا يثنى ولا يجمع بتثنية فاعله الظاهر وجمعه كذلك تلك الصفة لا تثنى ولا تجمع بتثنية معمولها وجمعه ۔

اسم تفضیل کی پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ فعل ثلاثی مجرد لون وعیب کے معنی میں ہو یا فعل ثلاثی مزید فیہ یا رباعی ہو تو بھی اسم تفضیل اس سے بنا سکتے ہیں؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ذریعہ نہیں ہوسکتا؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کو مفرد اور موصوف کے مطابق لانا دونوں جائز ہے؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ جس میں مطابقت ضروری ہے؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کو مفرد مذکر ہی لایا جائے گا؟

جوابات اسم تفضیل کی پہیلیاں

(۱)۔جب مصدر ثلا ثی مجرد بمعنی لون وعیب ہو یا ثلاثی مزید فیہ ہو یا رباعی ہو تو اس سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں لایا جاسکتا۔اس لئے کہ رباعی اور ثلا ثی مزید فیہ سے بنانے کی صورت میں ان کے تمام حروف کی محافظت متعذر رہے۔کیونکہ اس صیغہ میں تین حروف سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔اب اگر بعض حروف کو ساقط کردیا جائے تو التباس لازم آئے گا کہ یہ ہی معلوم نہیں ہو پائے گا کہ یہ رباعی سے مشتق ہے یا ثلاثی مجرد سے یا مزید فیہ سے۔اس لئے کہ یہ تین حروف یا تو ثلا ثی مجرد کے ہونگے یا رباعی مجرد کے حروف میں سے بعض ہونگے اور سب اصلی ہونگے یا یہ حروف مزید فیہ کے ہونگے تو یا تو اس میں سب اصلی حروف ہونگے یا سب زائد ہونگے یا بعض اصلی اور بعض زائد۔تو یہی متعین نہیں ہوسکتا کہ کونسے حرف زائد ہیں اور کونسے اصلی۔لون

وعیب کی صورت میں یہ خرابی ہے کہ یہ صیغہ ان افعال سے غیر تفضیل کے لئے آتا ہے اب اگر تفضیل کے لئے بھی آئے تو یہ متعین ومعلوم نہیں ہوسکے گا کہ مراد کیا ہے کیونکہ احمر۔اعور محض معنی فاعلیت کے اظہار کے لئے ہیں اب تفضیل کے لئے بھی مان لیا جائے تو یہ معلوم ہونا دشوار ہوگا کہ یہ ذوحمرہ اور ذوعور کے لئے ہیں یا زائد الحمرہ اور زائد العور کے لئے ہے۔

فوائد ضیائیہ ص۲۹۵ میں ہے:

وشرطه ان يبنى اى اسم التفضيل من حدث ثلا ثی لا رباعی مجرد لا مزيد فيه ليمكن بناء افعل وفعلى منه اذالبناء من الرباعی والثلا ثی المزيدفيه مع المحافظة على تمام حروفه متعذرلان هذه الصيغة لا تسع الزيادة على ثلثةحروف ومع اسقاط بعضها يلزم الالتباس فانه لا يعلم انه مشتق من الرباعی او الثلا ثی المجرد اوالمزيد فيه فان هذه الحروف الثلا ثه تحتمل ان تكون تمام حروف ثلا ثی مجرد او بعض حروف رباعی مجرد كلها اصول او تكون من حروف المزيد فيه اما من اصوله او من زوائده او ممتزجا منهمافلا يتبين ما هو المشتق منه فلا يتعين المعنی ليس بلون ای من ثلا ثی مجرد ليس بلون ولا عيب ظاهری لان منهما اشتق افعل لغيره ای لغير اسم التفضيل كا حمرو اعور فلو اشتق اسم التفضيل ايضا منهما لا تتبين ان المراد ذو حمرة و عور او زا ئد الحمرة او العور ،،

(۲)۔جب ابواب مذکورہ سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو مصدر کو منصوب ذکر کرکے اس سے پہلے اشد ۔اکثر۔اقبح وغیرہ جیسے الفاظ بڑھا کر ہر باب سے اسم تفضیل بنا سکتے ہیں۔جیسے: هو اشد منه استخرا جا وبيا ضا وعمی۔

کافیہ ص۹۱ میں ہے:

فان قصد غيره تو صل اليه با شد مثل هو اشد منه استخرا جا وبيا ضا وعمی ۔

(۳)۔جب اسم تفضیل سے مضاف الیہ پر زیاتی مقصود ہو تو اسم تفضیل کے لئے یہ

شرط ہے کہ موصوف مضاف الیہ کا بعض ہو اور باعتبار مفہوم لفظ یہ موصوف اس مضاف الیہ کے افراد میں داخل ہو۔ جیسے: زیـد افـضـل النا س یہاں زیـد۔ النا س کا بعض ہے اور باعتبار مفہوم لفظ زیـد ۔النا س کے افراد میں داخل ہے،اب اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو اضافت بایں معنی جائز نہ ہوگی جیسے: یوسف احسن اخواته ۔۔اس لئے کہ یو سف ۔اخوة کے مفہوم سے خارج ہے۔

کافیہ ص ۹۲ میں ہے:

فـاذااضیف فـلـه معنیا ن احدهما وهو الا کثرا ن تقصد به الزیا دة علی من اضیف الیـه فیشترط ان یکون منهم مثل زید افضل النا س فلا یجوز یوسف احسن اخوته لخروجه عنهم باضا فتهم الیه ۔

(۴)۔جب اسم تفضیل سے اس کے مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو تو اس کو مفرد اور موصوف کے مطابق دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے: زیـد افـضـل الـقـوم الـزیـد ان افضلا الـقـوم۔الـزیـدون افـضـلـوالـقـوم ۔هند فضلی القوم الهندان فضلیا القوم الهندا ت فضلیات القوم ۔

کافیہ ص ۹۳ میں ہے:

ویجوز فی الاول الافرادوالمطا بقة لمن هو له ،،

(۵)۔جب اسم تفضیل مضاف مطلقا زیادتی مراد ہو اور اسم تفضیل معرف باللام ہو تو مطابقت ضروری ہے

کافیہ ص ۹۳ میں ہے:واما الثانی و المعرف باللا م فلا بد من المطا بقة ۔

(۶)۔جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ذریعہ ہو تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر ہی لایا جائے گا۔

کافیہ ص ۹۳ میں ہے:والذی بمن مفرد مذکر لا غیر ،،

متفرق پہیلیاں

(۱)۔وہ کونسے افعال ہیں جن سے اسم فاعل اور اسم مفعول نہیں آتا؟

(۲)۔وہ کونسی صورت ہے کہ مفسر اور مفسر کا اجتماع جائز ہے؟

(۳)۔وہ کونسی صورت ہے کہ کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں کے لئے بظاہر صدر کلام ضروری نہیں حالانکہ یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں؟

(۴)۔وہ کونسی صورت ہے کا غیر کا مضاف الیہ محذوف ہوسکتا ہے؟

(۵)۔وہ کونسی صورت ہے کہ اسمائے افعال کا استعمال بغیر ضمیر متصل مخاطب کے لئے نہیں ہوسکتا؟

(۶)۔وہ کونسی صورت ہے کہ رو ید اور بله کا معمول مجرور ہوتا ہے؟

(۷)وہ کونسی صورت ہے کہ مصدر مفعول مطلق واقع ہو جب بھی عمل کرسکتا ہے؟

جوابات متفرق پہیلیاں

(۱)۔وہ افعال غیر متصرفہ ہیں۔جیسے بئس وغیرہ ان سے اسم فاعل واسم مفعول نہیں آتا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۳۷ میں ہے:

اذغیـر الـمتـصـرف نحو نعم وبئس وحبذا وعسی ولیس لا یجئی منه اسم الفا عل ولا المفعول ،،

(۲)۔جب مفسر میں ابہام حذف کی وجہ سے پیدا نہ ہوا ہو بلکہ اسمیں بذاتہ موجود ہے

جیسے: جا نی رجل ای زید ۔

فوائد ضیائیہ/ ۸۱ میں ہے:

بـخـلا ف المفسر الذی فیه ابها م بدون حذفه فانه یجوز الجمع بینه وبین مفسره کقولك جا ئنی رجل ای زید ،،

(۳)۔ جب ان دونوں سے پہلے حرف جر یا مضاف آئے تو ان دونوں کے لئے صدارت کلام ضروری نہیں۔ بلکہ حرف جر اور مضاف کے بعد ہی ان کو ذکر کیا جائے گا البتہ جار مجرور اور مضاف اور مضاف الیہ ایک کلمہ کی منزل میں ہیں۔ اور اب ان کے لئے صدارت کلام ہے اس صورت میں جار کی تقدیم اس لئے ضروری قرار دی گئی کہ جار کا مجرور سے موخر کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ عمل میں ضعیف ہے جیسے: بکم درهما اشتريت

یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے جس پر حرف جر داخل ہے۔

اور جیسے: غلا م کم رجلا ضربت ۔

یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے جس سے پہلے مضاف ہے۔

فوائد ضیائیہ ص/۲۴۸ میں ہے:

و کل ما قبله ای کل وا حد من کم الا ستفها مية و الخبرية وقع قبله حرف جا ر نحو بکم درهما اشتريت او بکم رجل مررت او مضاف نحو غلا م کم رجلا ضربت وعند کم رجل اشتريت مجرور بحرف الجر او الاضافة وانما جا ز تقديم حرف الجراو المضاف عليهما مع ان لهما صدر الکلام لان تا خير الجا ر عن المجرور ممتنع لضعف عمله فيجوز تقديم الجار عليهما على ان يجعل اسما کا ن او حرفا مع المجرور ککلمة وا حدة مستحقة للصدر ،،

(۴) جب غیر۔ لا یا لیس کے بعد واقع ہو تو اس کا مضاف الیہ محذوف ہو سکتا ہے جیسے: افعل هذا لا غير ۔اور۔ جا ء نی زيد ليس غير۔

فوائد ضیائیہ ص/ ۲۵۲ میں ہے:

ولا تحذف منه المضاف اليه الا بعد لا وليس نحو افعل هذا لا غير وجائنی زيد ليس غير لکثرة استعمال غيربعد هما ،،

(۵)۔ جب اسمائے افعال جار مجرور یا ظرف سے منقول ہوں تو ان کا استعمال بغیر ضمیر متصل مخاطب کے نہیں ہو سکتا جیسے: علیك کہ الزم کے معنی میں ہے اور جار مجرور سے منقول ہے اسی طرح کہ یہ تنح کے معنی میں ہے اور جار مجرور سے منقول ہے اور جیسے دونك کہ یہ خذ کے معنی میں ہے اور ظرف سے منقول ہے لہذا انکو بغیر ضمیر متصل مخاطب کے استعمال

نہیں کیا جا سکتا۔

حاشیہ الفیہ ص ۱۰۱ میں ہے:

والثانی ما نقل من غير ه اما من جا ر ومجرور نحوو عليك وبمعنى الزم واليك بمعنى تنح او ظرف نحو دونك بمعنى خذ مكا نك و بمعنى اثبت واما مك بمعنى تقدم وورا ءك بمعنى تا خر ولا يستعمل هذاا لنوع الا متصلا بضمير المخا طب ،،

(۶)۔ جب '' رويد '' اور '' بله '' مصدر ہوں تو ان کا معمول مجرور ہوتا ہے، جیسے: رويد زيد ۔بله زيد۔

الفیہ ابن مالک ص/۱۰۱ میں ہے:

كذا رويد بله نا صبين -- ويعملا ن الخفض مصدرين ،،

(۷)۔ جب مفعول مطلق فعل سے بدل واقع ہو یعنی اس کے فعل کو حذف کرنا لازمی ہو اور اس فعل کے مقام پر اس مفعول مطلق کو رکھ دیا جائے جیسے: شكرا له ۔ سقيا له ۔ حمداله تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ پہلی یہ کہ فعل کو عمل دیا جائے کیونکہ وہ عمل میں اصل ہے۔ دوسری یہ کہ مصدر کو عمل دیا جائے اس لئے کہ وہ فعل کا نائب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی وجہ یہ ہے کہ مصدریت کی وجہ سے عمل دیا جائے اور دوسری وجہ یہ کہ مصدر کو فعل کا بدل ہونے کی بنا پر عمل دیا جائے۔

فوائد ضیائیہ ص/۲۸۳ میں ہے:

وان کا ن ای المصدر مفعولا مطلقا وا قعا بدلا منه ای من الفعل وهو ما کا ن حذف فعله لا زما نحو سقيا له وشكرا له وحمدا له فوجها ن ای فيجوز فيه وجها ن عمل الفعل للاصا لة وعمل المصدر للنيا بة وقيل عمل المصدر للمصدر ية وعمله للبدليه ففی قوله وجها ن وجهان ،،